امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا ڈاکٹر کلب صادق قبلہ مجتہد
■ خواجہ اجمیری کا پیغام ......
■ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
■ ایک بار پھر خالصتان
■ یوگی حکومت کا ظالمانہ آرڈیننس
■ فضلاء مدارس اور علما کے لیے جدید
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 60/70 | مورخہ ۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱ نومبر ۲۰۲۰ء روز سوموار | شمارہ نمبر 50

آئیے! ہم بھی ایک چراغ جلائیں

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ، امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، بانی رحمانی فاؤنڈیشن، بانی رحمانی ۳۰

گیارہ سال پہلے ایک تعلیمی پودا لگایا گیا تھا، جس کا نام رحمانی ۳۰ ہے، اب وہ تناور درخت بن چکا ہے اور پہلے سال سے پھل دے رہا ہے، جب رحمانی ۳۰ کے تخیل کو زمین پر اتارا گیا، اس وقت کچھ لوگوں نے دلچسپی لی تھی، مگر نتیجہ کی طرف سے مطمئن نہیں تھے، یہ ایک تجربہ تھا اور پہلے سال ہی جب دس کے دس طلبہ آئی آئی ٹی (انڈین انسٹی چیوٹ آف ٹکنالوجی) کے انٹرنس ٹیسٹ (داخلہ امتحان) کے بہت مشکل ٹیسٹ میں کامیاب ہوئے تو رحمانی ۳۰ کا نام ملک بھر کے پڑھے لکھوں میں پہونچ گیا، میڈیا نے اس خبر کو ہاتھوں ہاتھ لیا، معتبر اخبارات، ہندو، انڈین اکسپریس، ٹائمز آف انڈیا، ہندوستان ٹائمز نے بڑی اہمیت کے ساتھ پہلے صفحہ پر تفصیل کے ساتھ خبر چھاپی، مضامین شائع کیے اور تعلیم کے اس نہج پر بڑی تحسین کی گئی، مقامی ہندی اخبارات کے علاوہ اردو صحافت نے بھی اس عملی کوشش کی بڑی پذیرائی کی۔

آہستہ آہستہ یہ خدمت بڑھتی اور پھیلتی گئی، پہلے سال تو طلبہ کو تیاری کرنے کا موقعہ صرف آٹھ مہینہ ملا تھا، پھر تجربات ہوئے، طلبہ کی صلاحیت کا صحیح اندازہ ہونے لگا، تو یہ ترتیب بنائی گئی؛ کہ دسویں کلاس کے طلبہ کا ٹیسٹ لے کر رحمانی ۳۰ میں داخلہ ہوتا، دو سال بعد وہ بارہویں کا امتحان دینے کے ساتھ ہی ساتھ آئی آئی ٹی کے انٹرنس ٹیسٹ میں شریک ہوتے اور اکثر طلبہ اس مشکل ترین ٹیسٹ میں کامیاب ہو جاتے، یہ تجربہ اور طریقہ تعلیم طلبہ کو بھی پسند آیا، علم سے دلچسپی رکھنے والوں نے حیرت آمیز پسندیدگی کا اظہار کیا اور اب رحمانی ۳۰ کے سنٹرس پٹنہ، جہان آباد (بہار) بنگلور، حیدرآباد، اور اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں خاموشی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور بہترین رزلٹ دے رہے ہیں، اب آئی آئی ٹی کے انٹرنس ٹیسٹ کے علاوہ طلبہ نیٹ، (میڈیکل) سی اے (چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ) این ڈی اے (نیشنل ڈیفنس اکیڈمی) کمپنی کے سکریٹری کے لیے بھی تیاری کر رہے ہیں آئی آئی ٹی (انڈین انسٹی چیوٹ آف ٹکنالوجی) میں بھی داخل ہو رہے ہیں، جو بچ جاتے ہیں وہ ٹرپل ای میں داخلہ لے لیتے ہیں، جو کارواں دس طلبہ سے شروع ہوا تھا، اب آٹھ سو سے زیادہ طلبہ اور طالبات اس میں شریک ہیں اور آگے بڑھتے جا رہے ہیں، اس سال رحمانی ۳۰ کی کامیابی کا فی صد اوسط بھارت کے تمام اداروں سے بہتر رہا ہے۔

مسلمانوں کے لیے تعلیمی میدان میں بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، اطمینان کی بات ہے کہ رحمانی ۳۰ کے تجربہ سے لوگوں نے تعلیم کے میدان میں بہت کچھ سیکھا، سونچا اور عملی اقدام کیا، آٹھ مسلم ادارے ملک کے مختلف حصوں میں رحمانی ۳۰ کے طرز پر طلبہ کی صلاحیت میں اضافہ اور تعلیمی ترقی کی اچھی خدمت انجام دے رہے ہیں، ایسے اداروں میں اضافہ کی بڑی ضرورت ہے اور فکرمند اہل حضرات کو عزم وحوصلہ کے ساتھ آگے بڑھنا چاہئے؛ تاکہ زیادہ بڑی تعداد میں ملت کے نونہال معیاری تعلیم حاصل کریں اور اعلیٰ تعلیم کی بلندیوں پر پہونچیں۔

عام طور پر طلبہ کی بنیادی تعلیم کمزور ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کی بہت بڑی تعداد مقابلہ جاتی امتحان میں حصہ لینے کی ہمت نہیں کرتی اور یہ حقیقت ہے کہ کمزور بنیادوں پر بہت اونچی عمارت کھڑی نہیں کی جاسکتی، عام طور پر طلبہ بس کسی طرح امتحان میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں، مگر وہ اعلیٰ تعلیم میں نہیں چل پاتے، اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کی ابتدائی تعلیم عمدہ ہو، ان کی اچھی تربیت کی جائے اور انہیں اس لائق بنایا جائے کہ وہ اپنی سطح کے مقابلہ جاتی امتحانوں میں علمی تیاری اور پورے حوصلہ کے ساتھ شریک ہوں، ان کے اندر کچھ کر گذرنے کا جذبہ اور آگے بڑھنے کی ہمت ہو۔

مسلمانوں کے لیے ایک بڑا ضروری کام ابتدائی تعلیم میں آگے بڑھنے اور اچھال دینے کا ہے، جو کام رحمانی ۳۰ گیارہویں اور بارہویں جماعت کے لئے کر رہا ہے، ابتدائی تعلیم میں اگر طلبہ کی تعلیم پر پوری توجہ دی جائے خاص کر طلبہ کو پانچویں کلاس میں مسلسل ہوم ورک اور سوالات کے ذریعہ محنت کا عادی بنایا جائے اور ان میں پانچویں جماعت کی اعلیٰ صلاحیت پیدا کی جائے، اور ہر طالب علم کی تعلیمی استعداد بڑھانے پر شروع سے پلاننگ کی جائے، تو بڑے اچھے اور کارآمد نتائج آسکتے ہیں۔

مرکزی حکومت نے ۱۹۸۵ء سے نو ودے ودیالیہ شروع کیا ہے اور پائلٹ پروجیکٹ کے طور پر ہریانہ (جھجر) اور مہاراشٹر (امراوتی) میں یہ ودیالیہ شروع کیا گیا، اور اس وقت پورے بھارت میں ۵۱۸/اسکول چل رہے ہیں، یہ ملک کی عمدہ تعلیم گاہ ہے، جس میں چھٹی جماعت سے بارہویں جماعت تک تعلیم ہوتی ہے اور تعلیمی تربیت کا بہت مناسب اہتمام کیا جاتا ہے، اس میں داخلہ کے لئے ضلع کی بنیاد پر انٹرنس ٹیسٹ لیا جاتا ہے، جس میں پانچویں کلاس میں کامیاب ہونے والے طلبہ بیٹھتے ہیں اور انٹرنس ٹیسٹ میں کامیاب ہونے والے نو ودے ودیالیہ میں داخل ہوتے ہیں، اس کی چھٹی جماعت میں کل اسی (۸۰) طلبہ اور طالبات کا داخلہ ہوتا ہے، اور عام طور پر بارہویں کلاس تک پڑھتے ہیں، ان اداروں میں تعلیم، رہائش، اسپورٹس اور کھانا کی ذمہ داری مرکزی حکومت کی ہے، یعنی عمدہ تعلیم اور خرچ کچھ نہیں ——— مسلمان طلبہ نو ودے ودیالیہ میں بہت کم پہونچتے ہیں، پہلی وجہ طلبہ میں واقفیت اور والدین میں دلچسپی کی کمی ہے اور دوسری وجہ انٹرنس ٹیسٹ میں ناکام ہونا بھی ہے، پڑھانے والے انٹرنس ٹیسٹ کے لیے طلبہ کو مناسب تیاری نہیں کراتے ——— نو ودے ودیالیہ میں مسلمان طلبہ کو پہونچانا تعلیم سے دلچسپی رکھنے والوں کی بڑی اہم ذمہ داری ہے، ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ہمارے بچوں میں بہت سے ہیرے جواہرات بکھرے ہوئے ہیں، انہیں چننا اور کام کا بنانا ہم سبھوں کی جوابدہی ہے، یہ کارواں آگے بڑھے تو یہ کل کو ہمارے سروں کا تاج ہوں گے، یہ بات شاید بہت سے لوگوں کے لیے بالکل نئی اور حیرت انگیز ہوگی کہ وزارت تعلیم (حکومت ہند) کی ایک رپورٹ کے مطابق اتر بھارت کے کئی صوبے کے مسلمان بچوں میں علم حاصل کرنے اور ترقی کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے، یہ رپورٹ ہمارے حوصلۂ اقدام کو بڑھاتی ہے اور کچھ بھلا کرنے کا پابند بناتی ہے۔

> ”عام طور پر طلبہ کی بنیادی تعلیم کمزور ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کی بہت بڑی تعداد مقابلہ جاتی امتحان میں حصہ لینے کی ہمت نہیں کرتی، اور یہ حقیقت ہے کہ کمزور بنیادوں پر بہت اونچی عمارت کھڑی نہیں کی جاسکتی، عام طور پر طلبہ بس کسی طرح امتحان میں کامیابی حاصل کرلیتے ہیں، مگر وہ اعلیٰ تعلیم میں نہیں چل پاتے، اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کی ابتدائی تعلیم عمدہ ہو۔ان کی اچھی تربیت کی جائے اور انہیں اس لائق بنایا جائے کہ وہ اپنی سطح کے مقابلہ جاتی امتحانوں میں علمی تیاری اور پورے حوصلہ کے ساتھ شریک ہوں، ان کے اندر کچھ کر گذرنے کا جذبہ اور آگے بڑھنے کی ہمت ہو۔“

نئی نسل کی سرفرازی کے لیے تعلیم سے تعلق رکھنے والے فکرمند حضرات اگر عملی توجہ دیں تو یہ کام کا بہت سستا اور بیحد عمدہ میدان ہے کہ اپنے بچوں کو نو ودے ودیالیہ میں پہونچایا جائے ——— یہ سچائی ہے کہ اب لوگوں نے تعلیم پر خرچ کرنا شروع کر دیا ہے اور گاؤں دیہات تک کے کچھ والدین اپنے بچوں کی تعلیم پر اچھی خاصی رقم خرچ کرتے ہیں، بچوں کو شہروں میں بھیجتے ہیں اور وہاں کوچنگ کلاسز کے علاوہ رہنے اور کھانے کا خرچ دیتے ہیں، اور اس پر کم سے کم تیرہ چودہ ہزار روپئے مہینہ خرچ آتا ہے، اگر والدین تھوڑی سی ہمت کر لیں اور بچوں کی ابتدائی تعلیم پر پوری توجہ دیں، تھوڑا خرچ کریں تو چھٹی جماعت سے لے کر بارہویں جماعت تک تعلیم کا خرچ بچ سکتا ہے ——— چھٹی سے بارہویں کلاس تک پڑھانے، رہنے سہنے اور کھانے میں جو خرچ ہوتا ہے، اگر اس کا دس فیصد پانچویں کلاس میں اچھی تعلیم اور کمپٹشن کی تیاری پر خرچ کیا جائے تو بڑے اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں اور پانچویں کلاس کی معیاری تعلیم کے بعد بچے نو ودے ودیالیہ میں پہونچ سکتے ہیں اور مفت میں معیاری تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد ان طلبہ کو رحمانی ۳۰ یا اس جیسے ادارہ میں پہونچا دیا جائے، جہاں نو ودے ودیالیہ کے کامیاب طلبہ اعلیٰ تعلیم کی راہ پر چلیں اور آئی آئی ٹی، میڈیکل، این ڈے اے، سی اے وغیرہ کو منزل بنا کر تعلیم پر اور زیادہ محنت کریں اور پوری طاقت صرف کر دیں، تو اونچی منزل کا سفر ہو سکتا ہے اور بڑی کامیابی معمولی خرچ میں مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا تو اگلے تعلیمی سال سے رحمانی فاؤنڈیشن چار سنٹروں پر پانچویں کلاس کے طلبہ کو تیاری کرائے گا، جسمیں طلبہ بھی ہوں گے اور طالبات بھی، یہ ایک تجرباتی مرحلہ ہوگا، دوسرے مقامات پر بھی فکرمند حضرات تجربہ کریں تو اچھے نتیجہ کا روشن امکان ہے!

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

بسیار خوری سے احتیاط کریں

اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنے لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ پیو اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ (سورۂ اعراف آیت ۳۱)

مطلب: زمانہ جاہلیت میں بعض مشرکین عرب بے لباس بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اس شیطانی حرکت اور عمل پر یہ دلیل دیا کرتے تھے کہ جن کپڑوں کو عام حالات میں استعمال کرتے ہیں، ان میں بیت اللہ کے گرد طواف کرنا ادب و شائستگی کے خلاف ہے؛ لیکن یہ عقل کے اندھے اسکو فراموش کر بیٹھے کہ بے لباس طواف کرنا انسانی شرافت اور عظمت کے خلاف ہے، اس آیت میں اسی بیہودہ رسم کو مٹانے کی تاکید کی گئی اور حکم دیا گیا کہ اے لوگو! مہذب اور شائستہ لباس زیب تن کر کے طواف کیا کرو، ننگے ہو کر طواف کرنا بے حیائی کی بات تو ہے ہی، شرافت انسانی کے بھی خلاف ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے لباس کو زینت سے تعبیر کیا، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر نماز میں بہتر اور عمدہ لباس استعمال کریں، نماز میں معمولی درجہ کا پھٹا چٹا کپڑا استعمال نہ کریں، اس سے نماز کی بے توقیری ہوتی ہے، اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ جو لباس غیر مہذب ہو، شائستگی کے خلاف ہو، اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لیے ہر مومن بندہ کو اپنی وسعت وصلاحیت کے مطابق عمدہ اور صاف ستھرا لباس پہن کر نماز ادا کرنی چاہئے، اس سے خشوع و خضوع کی کیفیت باقی رہتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ طواف کے دنوں میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ یہ کوئی تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں ہے، بلکہ اعتدال و توازن سے کھانے پینے کی تلقین کی، البتہ بھوک اور ضرورت سے زیادہ کھانے سے اجتناب کرنے کا بھی حکم دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بسیار خوری سے عمل میں سستی پیدا ہوتی ہے، بسا اوقات بہت سے عوارض بھی لاحق ہو جاتے ہیں، اس لیے کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو، طبی نقطۂ نظر سے بھی غور کیا جائے تو صحت و تندرستی کے لیے کھانے پینے میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا سب سے بہتر نسخہ ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب علاج کے لیے رہتا تھا، اس نے علی بن حسین بن واقد سے کہا کہ تمہاری کتاب قرآن مجید میں علم طب کا کوئی حصہ نہیں، حالانکہ دنیا میں دو ہی علم علم ہیں، ایک علم ادیان اور دوسرا علم ابدان، جس کا نام طب ہے، علی بن حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فن طب و حکمت کو آدھی آیت قرآن میں جمع کر دیا ہے، وہ یہ کہ ارشاد فرمایا: "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا"۔ نصرانی طبیب نے یہ سن کر کہا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جالینوس کے لیے کوئی طب نہیں چھوڑی (معارف القرآن: ۳/ ۵۴۷) معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث نے انسانی زندگی کے مختلف مرحلوں میں اس کی رہنمائی کی ہے جو جسمانی و روحانی ہر دو اعتبار سے نفع بخش ہے، اگر ہر بندہ مومن اس احتیاط و پرہیز کے ساتھ زندگی گذارے تو وہ ہر طرح کے مسائل اور پریشانی سے محفوظ رہے گا۔

اللہ سے مانگو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک درخت ملا، جس کے پتے زرد ہو رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا سے حرکت دی اور پتے گرنے لگے تو آپؐ نے فرمایا "الحمد للہ و سبحان اللّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" پڑھنے سے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑ گئے۔ (ترمذی شریف)

وضاحت: جب کوئی بندۂ مومن بارگاہ رب العالمین میں اخلاص و تواضع اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کرتا ہے، دست سوال دراز کرتا ہے تو رب کائنات اس کو اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے جائز مقاصد کی تکمیل فرماتا ہے؛ کیوں کہ دعاؤں میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی ہے، خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اُدْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ"۔ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، گویا اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، اور جب قربت حاصل ہو جاتی ہے تو مضطر انسان کو قلبی سکون مل جاتا ہے، یہ نعمت ماضی کی امتوں کو نہیں ملی تھی، یہ صرف اس امت کی خصوصیات میں شامل ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ میری امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں، جو اس سے قبل صرف نبیوں کو ملی ہیں، جس میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث فرماتا ہے تو ان سے فرماتا ہے کہ تم دعا کرنا میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور اس امت سے بھی فرمایا کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا، گویا اس امت کے نوازشات میں سے ہے کہ دعا کا بھی حکم دیا اور قبولیت کا بھی بلا شرط وعدہ فرمایا، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات و دن میں مختلف اوقات کے لیے مختلف دعائیں امت کو بتلائیں اور خود بھی ان پر عمل کیا، ان میں بعض دعائیں ایسی ہیں جو صبح و شام پڑھنے کی تلقین فرمائی اور بعض ایسی ہیں جو کسی ناگہانی مصیبت و پریشانی کے وقت پڑھنے کی تاکید کی اور کچھ دعائیں ایسی بھی ہیں جن کے پڑھنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے جب یاد آ جائے پڑھتے رہئے، کام کاج میں لگے رہئے اس وقت بھی پڑھئے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے پتوں کو زرد دیکھا تو آپ نے اپنی عصا مبارک سے حرکت دی تو وہ پتے جھڑنے لگے، گویا مثال سے سمجھایا کہ جس طرح یہ پتے گر رہے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص "الحمد للّٰہ و سبحان اللّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" کا برابر ورد کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائیں گے اور اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کریں گے، لیکن دعا بے دلی سے نہ کریں، بلکہ حضور قلب اور اخلاص کامل ہونا ضروری ہے، ورنہ اگر زبان سے دعا کی اور دل ادھر ادھر کے خیالات میں بھٹکا رہا تو وہ دعا قبول نہیں ہوتی:

دونوں جہاں میں پاتا ہے بے شک وہی فلاح
روتا جو اپنے جرم پر زار و قطار ہو

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

چمڑے کے موزے (خف) پر مسح:۔

خف (چرمی موزہ) پر مسح کب کیا جائے گا، طریقہ کیا ہے اور مسح کی مدت کتنی ہے؟

الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

موزہ پر مسح کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسکو وضو کے بعد حدث لاحق ہونے (نقض وضو) سے پہلے پہنا گیا ہو، وہ موزہ جسے وضو سے پہلے پہنا گیا ہو، اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ و یجوز من کل حدث موجب للوضوء اذا لبسهما علی طهارة کاملة ثم احدث (الهداية با ب المسح علی الخفين)

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کیا جائے، یعنی مسنون طریقہ پر ہاتھ و چہرہ دھولیا جائے اور سر کا مسح کر لیا جائے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کر لیا جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے دونوں پاؤں کے موزوں پر رکھا جائے، داہنے ہاتھ کو داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کو بائیں پاؤں پر اور ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کو مسح کیا جائے، مسح کی ابتداء پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے کی جائے اور ہاتھ کی انگلیوں کو ٹخنوں تک اس طرح کھینچا جائے کہ موزے پر پانی کے خطوط کھنچ جائیں۔ (شامی ۱/ ۴۴۸) مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے۔ "و یجوز للمقیم یوما و لیلة و للمسافر ثلثة ایام و لیالیها" (هداية ۱/ ۵۷) اور یہ مدت نواقض وضو پیش آنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے نہ کہ مسح کے وقت اور نہ ہی موزہ پہننے کے وقت سے، مثلاً ایک مقیم شخص نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا اور اس کا وضو مغرب کے وقت ٹوٹ گیا تو وہ شخص اگلے مغرب تک (جس وقت وضو ٹوٹ گیا تھا) اس پر مسح کر سکتا ہے۔ و ابتداء المدة...... من وقت الحدث ای لا من وقت المسح الاول...ولا من وقت اللبس (شامی ۱/ ۴۵۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اونی یا سوتی موزے پر مسح؟

مروجہ اونی یا سوتی موزہ پر مسح درست ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اونی یا سوتی موزہ پر مسح کے جائز ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو مسح جائز نہیں ہوگا: (۱) موزہ اتنا موٹا ہو کہ ایک فرسخ (تین میل) اسکو پہن کر بغیر جوتا چپل کے چلا جائے تو وہ نہ پھٹے۔ (۲) پنڈلی پر بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے از خود اٹکا رہے۔ (۳) اس کے پہننے کے بعد پاؤں کی کھال نظر نہ آئے۔ (۴) موزہ اتنا موٹا ہو کہ پانی نیچے تک سرایت نہ کرے۔ اور ظاہر ہے کہ اونی اور سوتی موزے میں مذکورہ تمام شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں، اس لیے اس پر مسح جائز نہیں ہوگا، البتہ سوتی یا اونی موزہ میں مذکورہ شرطیں پائی جاتی ہوں تو اس پر مسح جائز ہوگا۔" او جوربیه....... الثخینین بحیث یمشی فرسخا و یثبت علی الساق بنفسه و لا یری ما تحته و لا یشف" (الدر المختار ۱/ ۴۵۱)

و قال خرج عنه ما کان من کرباس بالکسر و بالثوب من القطن الاییبضو یلحق بالکرباس کل ماکان من نوع الخیط کالکتان و الابریسم و نحوهما (شامی ۱/ ۴۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوتی موزے پر چمڑے کا موزہ:

اگر کوئی شخص سوتی یا اونی موزے پر چمڑے کا موزہ پہن رکھا ہو تو اس پر مسح درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر اونی یا سوتی موزے پر چمڑے کے موزے پہن لیے جائیں تو اس خف پر مسح شرعاً جائز و درست ہے۔ "یعلم منه جواز المسح علی خف لبس فوق مخیط من کرباس اور جوخ و نحوهما مما لا یجوز علیه المسح" (البحر الرائق ۱/ ۱۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موزہ اتار لینے کے بعد مسح کا حکم:

کیا موزہ اتار لینے یا مدت مسح ختم ہو جانے سے مسح ختم ہو جاتا ہے، اگر مسح ختم ہو جاتا ہے، تو پھر سے وضو کرنا ہوگا یا صرف پیر دھو لینا کافی ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

موزہ اتار لینے سے مسح ختم ہو جاتا ہے، خواہ دونوں پیر کا موزہ اتارے یا ایک کے اکثر حصہ کا، اسی طرح سے مسح کی مدت پوری ہو جانے سے بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسح کی مدت پوری ہو جانے سے بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر وضو باقی ہے اور مسح ختم ہو گیا ہے تو اعادہ وضو کی ضرورت نہیں ہے، پیر دھو لینا کافی ہے۔

"و یتقض المسح کل شئی ینقض الوضوء .... و اذا تمت المدة نزع خفیه و غسل رجلیه و لیس علیه اعادة بقية الوضوء و کذا اذا نزع قبل المدة" (هداية ۱/ ۵۹۔۶۰)

موزہ کا کتنا پھٹن مانع مسح ہے؟

اگر موزہ کسی جگہ سے پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہو، جس سے چلنے کے وقت پاؤں ظاہر ہوتا ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ (شامی) اور اگر ایک ہی موزہ میں مختلف جگہ خرق (پھٹن) ہو جو علاحدہ علاحدہ تو تین انگلیوں کی مقدار نہیں مگر سب کو ملا دیا جائے تو تین انگلیوں کے برابر ہو جائے، اس صورت میں بھی مسح جائز نہیں، اگر دونوں موزوں میں مختلف جگہ خروق ہیں، لیکن ہر ایک موزہ کی مجموعی خروق تین انگلیوں کے برابر نہیں تو مسح کرنا جائز ہے (شامی) (فتاویٰ علماء ہند ۲/ ۱۴۶)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار **نقیب** پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 50 مورخہ ۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱/نومبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

تفتیشی ایجنسیوں کے سیاہ کارنامے

ملک کی تفتیشی ایجنسیوں کی تفتیش پر سوالیہ نشان کھڑا ہوگیا ہے، لوگ ان کی اہلیت، کام کرنے کی صلاحیت اور مجرموں تک پہونچنے کی تکنیک کے بارے میں تذبذب اور شکوک کے شکار ہیں، بعض لوگوں کو یقین ہے کہ تفتیشی ایجنسیاں بے گناہوں کو پھنسانے کے آلہ کار کے طور پر کام کرنے لگی ہیں، پہلے سے مقدمہ کی اسکرپٹ تیار رہتی ہے اور محکمہ ان میں نام بھرنے کا کام کرتا ہے، پھر ٹارچر اور تعذیب کے ذریعہ ناکردہ گناہوں کا اقرار کرالیا جاتا ہے، عدالت میں بھی کوشش کی جاتی ہے کہ گواہوں کو ڈرا دھمکا کر گواہی مکمل کرالی جائے، اگر گواہوں نے ٹال مٹول کیا تو پورے گھر والے کو پریشان کیا جاتا ہے، مفتی عبد القیوم صاحب نے جو گیارہ سال سلاخوں کے پیچھے رہنے کے بعد باعزت بری کئے گیے اپنی روئداد میں لکھا ہے کہ گجرات میں تین سو مسلمانوں کو حراست میں لے کر انہیں کہا گیا کہ وہ خود طے کریں کہ انہیں کس جرم کے تحت جیل میں رہنا ہے۔

ناکردہ گناہوں کے ملزمین کو پوٹا اور دوسری دفعات کے تحت اس طرح پھنسایا جاتا ہے کہ ان کے لیے اپنا دفاع بھی مشکل ہوجاتا ہے، مقامی عدالت سے ہائی کورٹ اور ہائی کورٹ سے سپریم کورٹ تک جاتے جاتے برسوں گذر جاتے ہیں...... عدالت میں سماعت کے دوران جو وقت لگتا ہے وہ اس پر مستزاد اور اس طرح بے قصور لوگوں کی زندگی، معیشت، سماجی اثر ورسوخ اور عزت وآبرو سبھی کچھ داؤ پر لگ جاتا ہے اور سپریم کورٹ سے جب وہ برسوں کے بعد بری ہوکر اپنے علاقے اور محلے میں پہونچتا ہے تو سب کچھ بدل چکا ہوتا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ قید وبند کے ان ایام میں صحت اور جوانی کے ساتھ جو سب کچھ برباد ہوگیا، صرف باعزت بری کردینے سے اس کا مداوا تو نہیں ہوسکتا۔

معاملہ ممبئی بم دھماکہ کیس میں بری ہونے والے نوجوان عبد الواحد شیخ کا ہو یا اکشر دھام حملہ میں پھانسی کی سزا سنائے جانے کے بعد باعزت رہا ہونے والے مفتی عبد القیوم کا، مکہ مسجد بم بلاسٹ کے ملزم شعیب جاگیردار کا معاملہ ہو یا حمایت بیگ کے خلاف زدوکوب کرکے ریحان کو جھوٹی گواہی دینے کے لیے پیش کرنے کا، جیل میں گل افشاں فاطمہ کی ذہنی اذیت دینے کا مسئلہ ہو یا مولانا کلیم مظاہری کا تعلق القاعدہ سے جوڑنے اور پھر چودہ مہینوں بعد ان کی رہائی کا، سب تفتیشی ایجنسیوں کے سیاہ کارنامے بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ سب ''پولیسیا دہشت گردی'' کا نتیجہ ہے، ان تمام مقدمات میں باعزت بری کرتے وقت جج صاحبان کا عمومی تبصرہ یہ تھا کہ جو الزامات لگائے گیے ہیں، تفتیشی ایجنسیاں اس کا واضح ثبوت نہیں پیش کرسکیں، پیش تو کیا کرتیں وہ ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کے حق میں دلائل وشواہد جمع کرنے میں بھی ناکام رہی ہیں۔

مولانا کلیم الدین کو رہا کرنے کا حکم دیتے وقت جھارکھنڈ ہائی کورٹ نے مولانا کے حوالہ سے جو بات کہی ہے وہ بھی اہمیت کی حامل ہے، عدالت نے بری کرتے وقت مولانا لفظ پر بہت زور دیا، اس کا مطلب ہے کہ عدالت نے واضح کردیا کہ مولانا بہت امن پسند اور نیک ہوتے ہیں، اس لیے ان پر بنیادی طور پر یہ الزام ہی غلط تھا۔

اس قسم کی سیاہ کاریاں اور دہشت گردی کو روکنے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ایسے تمام معاملات میں پولیس اور حکومت کے خلاف مقدمات درج کئے جائیں اور پولیس والوں کو سزا دلانے اور حکومت سے مالی ہرجانہ وصولنے کی جد وجہد کی جائے، دو چار پولیس والے بھی ایسے مقدمات میں ماخوذ ہوکر سزا پا گئے اور حکومت کو ہرجانہ دینا پڑا تو یہ سلسلہ مختصر سے مختصر ہوجائے گا۔

کام کے تین محاذ

ملک جس تیزی سے آمریت اور فاشزم کی طرف بڑھ رہا ہے، اس کی تیز رفتاری پر بریک لگانے کی ضرورت ہر آدمی محسوس کرتا ہے؛ لیکن کام کی شکلوں کی تعین میں لوگوں کی آراء مختلف ہیں، اس لیے اس محاذ پر کام نہیں ہورہا ہے، ہماری سوچ یہ ہے کہ کام کے تین محاذ ہیں، ایک سیاسی، دوسرا سماجی اور تیسرا ملی۔

سیاسی محاذ پر کرنے کے جو کام ہیں وہ یہ کہ فرقہ پرست طاقتوں کے مقابلے سیکولر اقدار کو ماننے والی سیاسی پارٹیوں کو مضبوط حمایت کے ذریعہ آگے بڑھایا جائے، اقلیتوں، دلتوں اور پس ماندہ طبقات کو اس کے ہراول دستے میں رکھا جائے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سیکولرزم ساری سیاسی پارٹیوں کے نزدیک بہلاوا ہی کا ذریعہ ہے اور ہمیں ''الکفر ملة واحدة'' کی حقیقت بھی خوب معلوم ہے، اس کے باوجود اگر ہم سیکولر سیاسی پارٹیوں کو مضبوط اور متحد کرنے کی بات کہتے ہیں تو یہ فقہاء کی زبان میں ''اھون البلتین'' یعنی دو مصیبتوں میں سے ہلکے کو گوارہ کرنے کی بات ہے، جو پارٹیاں سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں، ان کی شرارتیں بھی اقلیتوں اور دلتوں کے ساتھ کم نہیں رہی ہیں اور انہوں نے بھی ہمیں بہت نقصان پہونچایا ہے، اسی لیے یہ سوال بھی اٹھنے لگا ہے کہ اب سیکولر ہے کون؟ اس سوال کا جواب آسان نہیں ہے، لیکن کھائی کے مقابلے چھوٹے گڈھے کو ترجیح دینا ہر دور میں زندگی گذارنے کا طریقہ رہا ہے۔

اس محاذ پر دوسرا بڑا کام یہ ہے کہ حکمراں جماعت سے قانون کی حکمرانی، بالا دستی اور تنفید کا مطالبہ کیا جائے، جو قوانین سماجی اقدار اور لوگوں کی سہولیات کی مخالف ہیں، ان کے لیے پریشر گروپ بنایا جائے، اور حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے، جیسا کہ ان دنوں کسان آندولن میں دیکھنے کو مل رہا ہے، اس کے لیے سماج سے خواص کو آگے آنا پڑے گا، یہ کام محض عوام کے کرنے کا نہیں ہے، تحریک کا عوامی ہونا ضروری ہے، لیکن قیادت منتخب اور خواص لوگوں کے ہاتھ ہونی چاہیے، تاکہ تحریک بے سمتی کا شکار نہ ہو۔

دوسرا محاذ سماجی ہے، سماجی بیداری اور عوامی تحریک نے ہر دور میں حکمرانوں کے ظلم وجبر کے خاتمہ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے، اسی وجہ سے ہر آمر عوام کے ذہن ودماغ کو مسموم کرنے میں لگا رہتا ہے، آج جو پورے ہندوستان میں نفرت کی آندھی چل رہی ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ سماج کے ذہن کو مسموم کرنے کی ہر سطح پر کوشش کی جارہی ہے، ایسے میں ہماری کوشش سماج میں آپسی محبت اور بھائی چارے کے فروغ اور صالح بنیادوں پر سماج کی ذہنی تطہیر کے لیے کام کرنے والی سماجی تنظیموں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے ان کو مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور سماج کے فعال (اکٹویسٹ) افراد کو آگے بڑھا کر ان کی نگرانی (مانیٹرنگ) بھی کرتے رہنی چاہیے، اس سلسلے میں بین المذاہب روابط کو اسلامی حدود وقیود کے ساتھ برتنے اور مستحکم کرنے کی ضرورت ہے، خیر سگالی اور بھائی چارہ کے جذبہ کے ساتھ مذہبی رہنماؤں پر مشتمل قائدین کی جماعت اور امن کمیٹیوں کے ذریعہ بھی ان مقاصد کو تقویت پہونچائی جاسکتی ہے، فرقہ واریت کے خلاف امن وآشتی کے پیغام اور اسلام کے پیام انسانیت کی تشہیر سے بھی اس کاز کو تقویت ملے گی۔

تیسرا محاذ ملی ہے، جس میں داخلی طور پر امت مسلمہ کو خوف کی نفسیات سے نکالنے کی سخت ضرورت ہے، منفی سوچ نے بھی ہماری قوت فکر وعمل کو متاثر کیا ہے، آپسی تنازعہ اور جھگڑوں نے ہمیں بے وزن بنادیا ہے اور لوگوں پر ہمارا رعب ودبدبہ جو تھا وہ ختم ہوتا جارہا ہے؛ بلکہ کہنا چاہیے کہ ختم ہوگیا ہے، ایسے میں مسلم نوجوانوں کی اسلامی خطوط پر ذہنی تربیت کی بھی سخت ضرورت ہے، دین سے دوری اور مذہب بیزاری ملت کو دن بدن کھوکھلا کررہی ہے، اسلام مخالف پروپیگنڈوں نے شکوک وشبہات پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، اس باد مخالف کا مقابلہ اللہ سے مضبوط رشتہ قائم کرکے ہی کیا جاسکتا ہے، ہم بے عملی اور بدعملی سے پرہیز کرکے اللہ کو راضی کرلیں گے تو ہر سطح پر کام نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔

مسلمان نہیں، کسان

مسلم پرسنل لا کے خلاف قانون بناتے بناتے اور مسلمانوں کو سی اے اے، ان آر سی اور ان پی آر کے نام پر پریشان کرنے کے منصوبوں کی تکمیل کے بعد اب کے حکومت نے امراء اور کارپوریٹ گھرانوں اور بڑے تاجروں کو خوش کرنے کے لیے زرعی قانون بنانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے اور اکثریت کے بل پر اسے نافذ کرنے کی مہم بھی چلائی جارہی ہے، کسان اپنے ساتھ ہوئی اس زیادتی کو برداشت نہ کرسکے اور وہ سڑکوں پر نکل آئے، دہلی کی طرف جانے والے راستے مسدود ہیں اور دھرنوں کی وجہ سے ٹریفک کا سارا نظام معطل ہوکر رہ گیا ہے، حکومت نے گھنٹوں مصالحت کے لیے کسان لیڈروں سے گفتگو کی اور مختلف تاریخوں میں دس بار مذاکرات کے باوجود کسان اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہیں ہیں، دہلی اور اس کے نواح میں مشہور ''چلّے'' کی سردی چل رہی ہے، خبر یہ ہے کہ اب تک اس احتجاج میں دس کسان اپنی جان سے گذر گئے، سنت بابا رام سنگھ نے گولی مار کر خود کو ہلاک کرلیا، تحریک دن بدن زور پکڑتی جارہی ہے، حکومت کی جانب سے پیش کردہ تمام تجاویز کو کسان یونینوں نے مسترد کردیا ہے اور وہ ایک طویل لڑائی لڑنے کو تیار ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ حکومت کسانوں کے حقوق کی ان دیکھی کررہی ہے اور پہلے ہی سے بدحال کسان ان قوانین کی وجہ سے گداگر بن کر رہ جائیں گے، حکومت نے اس تحریک کو سرد کرنے کے لیے دو محاذ پر کام شروع کیا ہے، ایک تو اس تحریک کو بدنام کرنے کے لیے آر ایس ایس اور دوسری فرقہ پرست تنظیموں کے لوگ توڑ پھوڑ، آتش زدگی، پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا کر اس کی تصویر ملک مخالف بنانے میں لگے ہوئے ہیں، اس حوالہ سے کئی لوگ پکڑے بھی گئے ہیں، دوسرا منصوبہ ان کا یہ ہے کہ اس تحریک کو حزب اختلاف سے جوڑ کر ہندوتوا کو متحد کرکے، کسان یونین کے درمیان تفرقہ اور انتشار پیدا کیا جائے، کسان اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں، اس لیے ان کا ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھ رہا ہے، کسانوں کی اس تحریک کی وجہ سے حکومت دیر سویر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوسکتی ہے، وزیر اعظم کا کہنا ہے کہ حکومت ہر وقت کسانوں سے بات کرنے کو تیار ہے۔

یہاں پر ہمیں سی اے اے، ان آر سی اور ان پی آر کے خلاف ''شاہین باغ'' تحریک کو بھی یاد کرنا چاہیے، شاہین باغ نے صرف ایک سڑک کالندی کنج کو جام کیا تھا تو اسے ملک مخالف قرار دے کر کیا کیا نہ الزام حکمراں طبقے کی طرف سے لگائے گئے، عدالتوں میں چیلنج کیا گیا اور بالآخر کورونا کی آمد نے پورے ہندوستان سے اس تحریک کا خاتمہ کردیا، کئی ماہ لمبی اس جنگ میں کسی نے بھی شاہین باغ والوں سے مصالحت کا ہاتھ نہیں بڑھایا، نچلے درجہ کا کوئی وزیر یا محکمہ کا کوئی آدمی جھانکی مارنے بھی نہیں پہونچا، لیکن کسان آندولن کے سامنے حکومت ہر وقت مصالحت کی بات کرتی نظر آرہی ہے، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بھی کسان ہے اور اس حیثیت سے ان کی معاونت کسان یونینوں کو حاصل ہے، اس طرز عمل سے مسلمان اور کسان تحریک کے سلسلے میں حکومت کی دوغلی اور دورخی پالیسی ان دونوں تحریک کے مطالعہ کا اہم موضوع ہے۔

تحریک کوئی بھی چلائے، ہمیں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قوت موڑ دینے کا نام ہے، مُڑ جانے کا نام نہیں اور موڑنے کا یہ عمل جرأت رندانہ، اولوالعزمی اور مسلسل جد وجہد کے بغیر ممکن نہیں، سمندر پاٹنے اور کوہ سے دریا بہانے کا عمل جس طرح اولوالعزمی اور دانشمندی کا متقاضی ہوتا ہے، تحریکیں بھی اسی انداز کے جاں گسل مراحل کی طالب ہوا کرتی ہیں۔

ملک میں دلتوں پر بڑھتے مظالم

اس وقت ملک کا ہر اقلیتی طبقہ، فرقہ پرست جماعتوں اور برادران وطن کی اعلیٰ برادریوں کے نشانہ پر ہے، مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ دلتوں اور آدی باسیوں کو نقصان پہونچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، امارت شرعیہ اور اس کے اکابر نے متنازع قانون سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے موقع پر واضح کردیا تھا، گرچہ یہ قانون مسلمانوں کو حق شہریت سے محروم کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے؛ لیکن مرکزی حکومت کے نشانے پر دلت، آدی باسی اور او بی سی طبقہ کے لوگ بھی ہیں جنہیں حکومت بنیادی حقوق سے محروم کردینا چاہتی ہے، اب آہستہ آہستہ وہ خدشات اور اندیشے وقوع پذیر ہورہے ہیں جن کا بہت پہلے امارت شرعیہ نے عندیہ دیا تھا، ابھی حال ہی میں یوپی کے شاہجہاں پور ضلع کے بیگھا پور گاؤں میں دبنگوں نے ایک دلت کسان کو گولی ماردی، پہلے تو ان لوگوں نے دلتوں کی زمین پر قبضہ کیا، جب ان دلتوں نے اس کے خلاف مزاحمت کی تو دبنگوں نے ایک کو گولی مار کر ہلاک کردیا جب کہ تین عورتوں سمیت خاندان کے کئی افراد کو بری طرح زخمی کردیا، اسی طرح مدھیہ پردیش کے چھترپور ضلع میں ایک پچیس سالہ دلت نوجوان کو اونچی ذات کے غنڈوں نے صرف اس بنیاد پر پیٹ پیٹ کر مار ڈالا کہ اس نے ایک پارٹی میں کھانے کو ہاتھ لگا دیا تھا، یہ اسی مجرمانہ ذہنیت کا شاخسانہ ہے کہ کسی طرح دلتوں اور پسماندہ طبقات کو ان کے حقوق سے محروم کرکے بے دست وپا کردیا جائے، اب وقت آگیا ہے کہ دلت برادری اور پسماندہ طبقات میدان عمل میں آئیں اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے مشترکہ، متحدہ اور منظّم تحریک چلائیں، تاکہ وہ بھی باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی گذار سکیں۔

یادوں کے چراغ ✍: مفکر اسلام امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ

مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد

۲۵؍نومبر کو یہ دردناک خبر ملی کہ مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نے زندگی کی آخری سانس لے لی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کا خانوادہ اہل علم کا تھا، خاص طور پر ان کے بڑے بھائی مولانا سید کلب عابد صاحب سے اچھی خاصی واقفیت رہی تھی، جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے شفقتیں نچھاور کیں اور بڑی محبت کا معاملہ کیا، وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر بھی تھے اور مسلم یونیورسٹی میں ڈین رہ چکے تھے، بڑے ذی علم اور بڑی رکھ رکھاؤ کی شخصیت تھی، آخری سانس تک وہ بورڈ کے نائب صدر رہے، ان کے چھوٹے بھائی مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ تھے۔

صحیح بات یہ ہے کہ مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ کا چھوٹے بھائی کی حیثیت سے تعارف کرانا ''بات اچھی تو ہے لطیف نہیں''۔ مولانا خود عالمانہ وقار واعتبار کی علامت تھے، دینی علوم پر ان کی بڑی گہری گرفت تھی اور پاک پروردگار نے اس کے اظہار و بیان کا بے پناہ سلیقہ دیا تھا، زبان پر اتنی قدرت تھی کہ پرانی بات کو بھی اپنے انداز و آہنگ میں کہہ جاتے، تو محسوس ہوتا تھا کہ ایک نکتہ ہاتھ آ گیا، ان کی تقریر مختصر ہو یا طویل، دل پر گہرا نقش چھوڑتی تھی، ایک تو حضرت قبلہ کے گہر بار نکتے اور پھر ان کی لکھنوی زبان! سونے پہ سہاگہ، ''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی''، حضرت قبلہ مجلس پڑھنے کیلئے اور تقریر کرنے کیلئے نہ جانے دنیا میں کہاں کہاں گئے، جہاں گئے اپنا رنگ چھوڑ آئے۔

ابھی خزاں تھی ابھی لہلہا اٹھا گلشن
میں اپنا رنگ تخیل چمن پہ ڈال آیا

وہ بولتے نہیں موتی رولتے تھے، قرآن و حدیث ان کا مرکز فکر و نظر تھا، ملت کے مسائل پر غور و فکر ان کا مزاج تھا اور وہ تعلیم کو شاہ کلید سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ قوم نے تعلیم حاصل کر لی تو سارے بند دروازے وا ہو جائیں گے، تعلیم کے سلسلہ میں بھی ان کے بہت سے ہندو بیرون ہند سفر ہوئے، وہ علم اور تعلیم کے موضوع پر بھی جب بولتے تو یہ خشک موضوع بھی ہرا بھرا ہو جاتا اور لوگ بڑی دلچسپی سے ان کی باتیں سنا کرتے تھے، اتحاد ملت ان کا مشن تھا اور اس کے لئے وہ اپنی سطح پر جدوجہد کرتے رہتے تھے، جب انہوں نے کالج کھولا تو اس کا نام ''یونٹی کالج'' رکھا جو ان کے فکر کا آئینہ دار تھا، انہوں نے ''ایرا'' میڈیکل کالج بھی قائم کیا، جہاں تک میری معلومات ہے وہ اس کالج کے ''بورڈ آف ٹرسٹیز'' کے رکن نہیں تھے، کالج والے انہیں ''سرپرست'' کہا کرتے تھے، اس کالج کی ابتدا سے لے کر عروج تک لگے رہے اور خون جگر نچوڑ کر آبیاری کر دی، اللہ کا فضل ہے یہ میڈیکل کالج بھی تناور درخت بن چکا ہے، اس کے علاوہ ''یونٹی مشن اسکول''، لکھنؤ اور ''یونٹی صنعتی تربیتی مرکز علی گڈھ'' قائم کیا، جو آج بھی برسرعمل ہے، پہلے انہوں نے توحید المسلمین ٹرسٹ بنایا اور اسی کے تحت یہ سارے ادارے کام کرتے ہیں۔

عام طور پر ہم زمانہ لوگوں کی خدمات یا معلومات کا اعتراف مشکل سے ہوا کرتا ہے اور ہم زمانہ لوگوں کے کاموں میں بیخ لگانے کی عادت رہا کرتی ہے، مگر اس سلسلہ میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کا مزاج اعتراف اور برملا اعتراف کا تھا، کانگریس گورنمینٹ کے زمانہ میں جب جناب کپل سبل وزیر تعلیم (ایچ آر ڈی منسٹر) تھے تو انہوں نے ''رائٹ ٹو ایجوکیشن'' بل پارلیمنٹ میں پیش کیا، میں نے اس کی شدید مخالفت کی، اس کے خلاف مختصر رسالہ بھی لکھا، جس میں ایسے جملے بھی تھے کہ اس بل کے بعض حصے آئین ہند کو نظر انداز کر کے لکھے گئے تھے، مگر کون سنتا ہے، فغان درویش! پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے بل پاس ہو گیا اور ایکٹ بھی بن گیا، میں نے ہمت نہیں ہاری، اس ایکٹ کے خلاف ہنگامہ کرتا رہا اور ساتھیوں کو ساتھ لے کر دوڑ بھاگ بھی جاری رہی، اس دوڑ بھاگ کی لانبی کہانی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایکٹ میں ترمیم کی گئی اور مدرسہ اور ویدک پاٹھ شالہ کو تعلیمی ادارہ مان لیا گیا۔

اس سلسلہ میں میری جو تحریریں شائع ہوئیں یا جو چیزیں خط کی شکل میں میں نے ملک کی مشہور شخصیتوں کو بھیجا ان میں ایک ہمارے ڈاکٹر صاحب قبلہ بھی تھے، وہ میری چیزوں کو پڑھتے رہے ———— بمبئی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس ہوا، اجلاس عام ۲۲؍اپریل ۲۰۱۲ء کو آزاد میدان میں تھا، قبلہ ڈاکٹر صاحب کی تقریر ہوئی، اجلاس کا عنوان کچھ بھی ہو، ہمارے ڈاکٹر صاحب بولتے بولتے تعلیم پر ضرور بول جاتے تھے، اس دن انہوں نے قانون حق تعلیم (رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ) کو موضوع سخن بنایا اور فرمایا کہ ''ہم لوگ اس قانون سے بے خبر تھے، اللہ کے ولی نے بہت تفصیل سے ان باتوں کو بتایا، تب سمجھ میں آئیں اور وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے سربراہ میں سے ہیں''۔ بعد میں میں نے عرض کیا کہ میں تو خاموش کام کرتا ہوں، اس اشتہار کی ضرورت تو نہ تھی، جواباً فرمایا کہ یہ اشتہار نہیں اظہار حقیقت تھی اور میں اظہار حقیقت میں بخل سے کام نہیں لیتا۔

بابری مسجد کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف واضح تھا، ان کی رائے الگ تھی، ایک موقعہ ایسا آیا کہ وہ کسی غیر ملکی سفر پر تشریف لے جا رہے تھے، چلتے چلتے کسی صحافی سے اظہار رائے کر دیا، ہمارے ڈاکٹر صاحب تو سات سمندر پار جا چکے تھے، اگلے دن ان کی رائے اخبارات کے صفحۂ اول پر آ گئی، میں دہلی تھا، صحافیوں نے مجھے گھیرا اور سوالات کی بوچھار کر دی، میں جواب دے کر نکل تو گیا، مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس معاملہ کو مجھے اور بورڈ کو جھیلنا پڑا، ڈاکٹر صاحب مہینوں غیر ملکوں میں رہے، کئی لکھنے والوں نے اس موضوع کو لیا اور بورڈ پر طرح طرح کے سوالات جڑ دیئے، بہر حال ان کی عدم موجودگی میں یہ مرحلہ بھی گذر گیا، یہ بھی ایک مثال ہے ان کے اظہار حقیقت میں جری ہونے کی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس بھوپال میں ہو رہا تھا اور ہمارے ڈاکٹر کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد جلوہ افروز تھے ممبران نے بابری مسجد پر ان کے بیان کو موضوع گفتگو بنایا اور بورڈ کے موقف سے بالکل علیحدہ رائے دینے پر گرفت کی، جمہوریت کا زمانہ ہے، کسی کو اظہار رائے سے روکنا بھی مشکل ہے، میرے لئے معاملہ بڑا نازک تھا ڈاکٹر صاحب کا دل سے احترام کیا کرتا تھا اور وہ بورڈ کے نائب صدر تھے میرا ذہن کشمکش میں مبتلا تھا جسے ڈاکٹر صاحب قبلہ نے فوراً حل کر دیا، خلاف توقع انہوں نے ہاتھ جوڑ لئے اور فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی وہ بیان میں نے ذاتی طور پر دیا تھا بہر حال مجھے اجتماعیت کا خیال رکھنا چاہئے تھا میں معافی چاہتا ہوں، آئندہ خیال رکھونگا، ساری زبانیں خاموش ہو گئیں اور ڈاکٹر صاحب نے اس اقرار کا خیال رکھا اور جب تک مقدمہ چلتا رہا، بابری مسجد پر انکا کوئی بیان نظر سے نہیں گذرا، یہ ان کے عظمت کی بات تھی۔

وہ یہ سمجھتے تھے کہ بابری مسجد دے دی جائیگی تو ہندو مسلم تعلقات اچھے ہو جائیں گے اور خیر سگالی کا پیغام جائیگا، بہر حال یہ ڈاکٹر صاحب قبلہ کا نقطہ نظر تھا، میری رائے یہ تھی کہ جس طرح ظلم کی فضا بن چکی تھی اور ذہنوں میں نفرتوں کی لہریں چل رہی تھیں ایک کیا ایک سو مسجدیں بھی دے دی جائیں تو بھی محبت کے رشتے قائم نہیں ہوں گے، بیشک کچھ لوگ خیر سگالی کی باتیں کرتے تھے، قومی یکجہتی کے نعرے بھی لگتے تھے مگر۔

التفات یاد تھا ایک خواب آغاز وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان کی خوابوں کی تعبیریں کہیں

۲۷؍سال گذر گئے سیکڑوں مسجدیں آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کے تحت ویران پڑی ہیں، آخر کون سا جذبہ ہے یا کون سی مجبوری ہے؟ کہ ان مسجدوں کو مسجد والوں کے حوالہ نہیں کیا گیا، ان میں نماز تو نہیں ہی ہو رہی، مگر اکثر میں غیر اخلاقی حرکتوں کا دور دورہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب قبلہ بیمار پڑے، مرض کا حملہ بڑا سخت تھا، ''ایرا'' میڈیکل کالج کی پانچویں منزل پر ان کی رہائش تھی، کئی کمرے اور صحن ان کی خدمت میں تھے اور سامنے دور نظر تک جنگل۔ فضا بہت صاف تھی مزاج کا خیال رکھتے ہوئے منتظمین نے صحن میں پھول کے گملے رکھ دئے تھے، میں، مولانا خالد رشید فرنگی محلی اور مولانا محمد عمرین محفوظ صاحب رحمانی عیادت کیلئے پہونچے، دیکھا تو آنسو نکل پڑے! ہڈی چمڑا ہو گئے تھے، کمزوری بہت تھی، مگر دماغ بالکل حاضر اور طبیعت کی ظرافت اپنی جگہ قائم، میں نے صحت کا حال پوچھا تو کہا ''بوریہ بستر بندھ چکا ہے، ٹکٹ کٹنے کی دیر ہے'' جو کلمات مجھے کہنے چاہئے تھے کہے اور دکھے دل کے ساتھ واپس آ گیا، کئی دفعہ وہاں جانا ہوا، عیادت تو کر لی مگر مایوسی ہاتھ لگی، نومبر ۲۰۱۹ء کی بات ہوگی عیادت کو حاضر ہوا، تو محسوس ہوا کہ صحت قدرے بہتر ہے، طاقت بھی تھوڑی سی آ گئی ہے، میں روکتا رہا مگر وہ اٹھ بیٹھے اور چائے وائے کی ہدایت دی، میں نے بہت روکا، وہ کہاں رکنے والے تھے، صحت کا حال پوچھا تو جواباً کہا۔

میں دو قدم بھی تیرے ساتھ چل نہیں سکتا
ہماری یاد ہی دو چار گام لیتا جا

اندازہ لگایئے کہ لانبی بیماری کے باوجود ذہن اور حافظہ اچھی طرح کام کر رہا تھا، ان کی حاضر دماغی دیکھی، تو تھوڑی دیر کیلئے مجھ میں بشاشت آ گئی، الفاظ میں کیا طاقت ہوتی ہے، اشعار میں کتنا دم ہوتا ہے اندازہ لگالیجئے، یہ سب باتیں اپنی جگہ، مگر مرض نے ان کی طاقت چھین لی تھی، اور جسم پر گوشت برائے نام رہ گیا تھا، اندازہ یہ ہوا کہ کسی وقت ان کے انتقال کی خبر آ سکتی ہے، اور ۲۵؍نومبر ۲۰۲۰ء کو وہ اندوہناک خبر آ ہی گئی۔

سدا رہے نام اللہ کا

مولانا ابن الحسن عباسی جوار رحمت میں

افسوس ہے کہ پاکستان کے ایک جواں سال عالم دین، نامور صاحب قلم، ممتاز ادیب و انشاء پرداز حضرت مولانا مسعود عباسی (قلمی نام ابن الحسن عباسی) نے ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۰ء کو ۴۸؍برس کی عمر میں اس عالم فانی کو الوداع کہہ دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان کی وفات سے پاکستان ایک ایسے عالم باعمل فرزند سے محروم ہو گیا، جس کی تلافی مدتوں نہ ہو سکے گی، اللہ ان کی تربت پر رحمت و مغفرت کے پھول برسائے، یقین مانئے کہ ابھی وہ عمر کی جس منزل میں تھے کہ یہ جانے کے دن نہیں تھے، لیکن مشیت الٰہی میں کس کا دخل؟ موت کا تو وقت مقرر ہے۔

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی ۱۹۷۲ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۹۳ء میں دار العلوم کراچی سے فضیلت کی سند حاصل کی، فراغت کے بعد جامعہ فاروقیہ کراچی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، یہاں ۲۰۱۰ء تک رہے، اسی درمیان ماہنامہ وفاق المدارس اور ماہنامہ ''حیا'' ڈائجسٹ نکالنا شروع کیا جس کی وجہ سے بہت جلد علمی حلقوں میں متعارف ہو گئے، ۲۰۱۰ء میں ہی کراچی میں ایک مدرسہ تراث الاسلام کے نام سے قائم کیا، جس کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی، انہوں نے متعدد عربی کتابوں کی شروحات بھی لکھیں اور مختلف دینی، علمی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر اردو میں بیش قیمت مضامین بھی لکھے، ابھی دو سال قبل ماہنامہ ''الخلیل'' کا اجراء کیا، حال ہی میں اس کا یادگار زمانہ شخصیات کے احوال مطالعہ نمبر نکالا، اس نمبر میں انہوں نے ستاروں کی کہکشاں سجادی، میں نے اس خصوصی اور دستاویزی نمبر پر ہفتہ وار نقیب پٹنہ کے شمارہ نمبر ۴۸ میں تفصیلی تبصرہ بھی لکھا، اس شمارہ کے مضامین اور مولانا مرحوم کے اسلوب نگارش سے غائبانہ طور پر بیحد متأثر ہوا، ان کے قلم کی شگفتگی، شائستگی اور سستگی نے دل کو چھولیا، اور اندازہ ہوا کہ ان کی زندگی مسلسل جدوجہد اور عمل پیہم سے عبارت تھی، پڑھنا لکھنا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، انہوں نے جس کام میں ہاتھ لگایا پورا کر کے دکھایا، نہ کبھی تھکے اور نہ کبھی مایوس ہوئے اللہ ان کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور جنت نعیم میں جگہ عطا فرمائے۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مولانا ادھر چند ماہ سے موذی مرض کینسر میں مبتلا تھے اور ہفتوں سے ایک اسپتال میں زیر علاج تھے، ماہر اطباء کی نگرانی میں دوا و علاج جاری تھا، مگر جاں بر نہ ہو سکے اور رب کائنات سے جا ملے، ان کی نماز جنازہ شاہ فیصل کالونی میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے پڑھائی، جس میں سیکڑوں محبین و متوسلین نے شرکت کی، پھر اشکبار آنکھوں سے انہیں سپرد خاک کر دیا گیا، منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارةً أُخرىٰ، قارئین نقیب سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے (ر. ندوی)

خواجہ اجمیریؒ کا پیغام - عہد حاضر کے نام

شاہ اجمل فاروق ندوی

حکمت خداوندی کب کس چیز کا فیصلہ فرمادے، کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ حکمت الٰہی کا کرشمہ نہیں تو ہوا اور کیا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں خراسان کا ایک شخص ہندوستان پہنچا اور اپنے علوم ومعارف سے پورے ملک کو ایسا مسخر کیا کہ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اس کا نام سکۂ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے، یہ صرف سرزمین ہند پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف شہاب الدین محمد غوری (متوفی ۶۰۲ھ) نے ہندوستان میں حکومت اسلامی قائم کیا تو دوسری طرف شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (ولادت ۵۳۷ھ، وفات ۶۳۳ھ) نے دعوتی جد وجہد اور اصلاح وتربیت کے ذریعہ ہندوستان میں روحانی سلطنت کی بنیاد رکھی، اسی لیے شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان کو ''سرحلقہ مشائخ کبار'' کے عالی لقب سے یاد کیا ہے، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے کہ:

''اگرچہ پہلی صدی ہجری میں ہی یہاں اسلام کے حوصلہ مند دستے آنے شروع ہوگئے تھے اور ۹۳ ہجری میں محمد بن قاسم ثقفی نے سندھ سے ملتان تک کے علاقے کو اپنی شمشیر واخلاق سے تسخیر کرلیا تھا اور اس برصغیر میں جابہ جا داعیان اسلام کے مراکز وخانقاہیں چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرح قائم ہوچکی تھیں، جیسے ''بیاباں کی شب تاریخ میں قندیل رہبانی۔'' لیکن حقیقتاً ہندوستان کی فتح کا سہرا سکندرِ اسلام سلطان محمود غزنوی کے سر اور مستحکم ومستقل اسلامی سلطنت کے قیام کی سعادت سلطان شہاب الدین محمد غوری کے حصے میں تھی اور آخری طور پر اس کی روحانی تسخیر اور اخلاقی وایمانی فتح حضرت خواجہ بزرگ شیخ الاسلام معین الدین چشتیؒ کے لیے مقدر ہوچکی تھی۔۔'' (تاریخ دعوت وعزیمت، ج سوم، ص ۲۱، ۲۲) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شہادت اس لیے اہمیت رکھتی ہے کہ اردو زبان میں اصلاح وتجدید کی تاریخ مرتب کرنے کا شرف انہیں ہی حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور ان کے خلفاء کے حالات وملفوظات کے مستند مجموعوں کا مطالعہ کی جائے تو ہمیں اس میں بیش بہا ہدایات ملتی ہیں؛ لیکن بات کو صرف خواجہ صاحب تک محدود رکھا جائے اور نہایت اختصار سے کام لیا جائے تو چار بنیادی نکات سامنے آتے ہیں، ان چاروں کو خواجہ صاحب کی زندگی اور تعلیمات کا نچوڑ کہا جاسکتا ہے، یہ چاروں چیزیں عہد حاضر کے مسلمانوں اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) خواجہ اجمیری کی زندگی کا نہایت اہم سبق جرأت وہمت ہے، بعض کوتاہ چشم، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کو جرأت وبے باکی سے عاری سمجھتے ہیں، لیکن خواجہ صاحب کی ہندوستان آمد اور اجمیر میں قیام کا فیصلہ بتاتا ہے کہ یہ جلیل القدر ہستی جرأت وہمت اور شجاعت وبہادری کا کیسا کوہ گراں تھی، کیوں کہ جس وقت وہ اجمیر میں قیام فرما ہوئے، اس وقت تک نہ صرف یہ کہ شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ اجمیر راجپوت حکومت اور ہندو مذہب کا بڑا مرکز تھا، کسی غیر ملکی کا اجنبی ملک پہنچ کر مذہبی لحاظ سے بالکل مخالف ماحول میں قیام کرنا کس عزم وحوصلے کا متقاضی ہے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، خواجہ صاحب نے یہ نازک قدم اٹھایا اور پرتھوی راج چوہان کی حکومت میں اپنی روحانی حکومت کی بنیاد رکھی، راجا کی طرف سے مختلف مواقع پر سختیاں بھی ہوئیں، لیکن خواجہ صاحب کو نہ وہاں سے ہٹنا تھا اور نہ وہ ہٹے، ان کے اس جرأت مندانہ فیصلے ہی کا نتیجہ تھا کہ بہت جلد ''پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' کا منظر سامنے آنے لگا، افسوس کہ خواجہ صاحب کے قیام اجمیر کا یہ عظیم سبق نظروں سے پوری طرح اوجھل ہوچکا ہے۔

(۲) خواجہ صاحب کی زندگی کا دوسرا پیغام رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش ہے، دلیل العارفین میں انہوں نے فرمایا ہے کہ: ''تصوف نہ علم ہے اور نہ رسم، بلکہ مشائخ کا ایک خاص اخلاق ہے، جو ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیے، صوری لحاظ سے اس اخلاق کی تکمیل یہ ہے کہ سالک اپنے ہر کردار میں شریعت کا پابند ہو، جب اس سے کوئی بات خلاف شریعت سرزد نہ ہوگی تو وہ دوسرے مقام پر پہنچے گا، جس کا نام طریقت ہے اور جب اس میں ثابت قدم رہے گا تو معرفت کا درجہ حاصل کرے گا اور جب اس میں پورا اترے گا تو حقیقت کا رتبہ پائے گا، جس کے بعد وہ جو کچھ مانگے گا، اس کو ملیگا۔'' (دلیل العارفین، ص ۴۷)

رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش خواجہ صاحب کی زندگی کا عطر بھی ہے اور سب سے اہم پیغام بھی، اس لیے انہوں نے نماز، روزہ، حج اور تلاوتِ کلام اللہ کو ہر چیز پر مقدم رکھنے کی تعلیم دی ہے، فرماتے ہیں:

''نماز رکن دین ہے اور رکن وستون مترادف ہیں، اگر ستون قائم رہے گا، گھر کھڑا رہے گا اور جب ستون ہی گر جائے گا، گھر گر پڑے گا، جس نے نماز میں خلل ڈالا، اس نے اپنے دین اور اسلام کو خراب کیا۔'' (دلیل العارفین، مجلس دوم)

مزید فرمایا: جب نماز پڑھے تو اس طرح گویا کہ انوارِ تجلی کا مشاہدہ کررہا ہے۔ (ایضاً ص ۵)

غرض یہ کہ خواجہ صاحب کامل اتباع شریعت کے ذریعہ رضائے الٰہی کے حصول کی دعوت دیتے ہیں، اس سلسلے میں ادنیٰ تساہلی کو ناقابل برداشت اور دین کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتے ہیں۔

(۳) انسانی ہمدردی شریعت محمدی کا مزاج بھی ہے اور صوفیائے کرام کی بنیادی تعلیم بھی، یہی وہ چیز ہے، جس نے اللہ کے ان بندوں کو تنگ حال وتنگ دست ہونے کے باوجود بڑے بڑے امراء وسلاطین سے زیادہ مقبولیت ومحبوبیت عطا کی، ہندوستان میں مشائخ چشت کے امام ہونے کی حیثیت سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے بھی انسان دوستی، ہمدردی، رحم دلی اور بے لوث خدمت خلق کے ذریعے ایک جہان کو اپنا مرید ومتبع بنالیا، خواجہ صاحب کی زندگی کے اس اہم پیغام کو آج اس سے کہیں زیادہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے، ہندوستان میں اور پوری دنیا میں جہاں جہاں ان کے ماننے والے اور عقیدت مند موجود ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی مادی منفعت کے خدمت خلق کا فریضہ انجام دیں، سوشل ورک کے اس نظام کے ذریعہ وہ نہ صرف یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کرسکیں گے، بلکہ خواجہ صاحب کی طرح اشاعت اسلام کی عظیم خدمت بھی بڑی آسانی کے ساتھ انجام دے سکیں گے۔

(۴) خواجہ اجمیری کی زندگی کا یکسر فراموش کردہ پیغام دعوت اسلامی بھی ہے، ان کی عوامی خدمات نام ونمود یا کسی اور مقصد کی وجہ سے نہیں تھیں، بلکہ ہر چیز کا مقصد کلمہ توحید کی اشاعت اور اسلام کے پیغام کو عام کرنا ہوتا تھا، قرآنی تعلیمی اور اسوۂ رسول کے مطابق وہ جبر واکراہ سے مکمل گریز کرتے تھے؛ لیکن ہر عمل سے اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان گنت لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، صرف ایک سفر میں جب وہ دہلی سے اجمیر جارہے تھے، راستے میں سات سو ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ (بزم صوفیہ از سید صباح الدین عبدالرحمٰن ص ۶۸)

ظاہر سی بات ہے کہ مسلمان ہونے والے ان سات سو افراد میں سے کچھ صرف ان کے اخلاق دیکھ کر متاثر ہوئے ہوں گے اور کچھ ان کی زبانی دعوت سے متاثر ہوئے ہوں گے، عہد حاضر میں بالخصوص ہندوستان کے اندر خواجہ اجمیریؒ کی زندگی کے اس ناقابل فراموش پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ہندوستانی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ صحیح بنیادوں پر، نام ونمود اور شہرت وپروپیگنڈے سے بچتے ہوئے، صرف اللہ کے لیے دعوتِ اسلام کے لیے تیار ہوں۔

مذکورہ بالا چار چیزیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی شخصیت اور تعلیمات کا نچوڑ بھی ہیں اور مسلمانوں کی انتہائی اہم ضرورت بھی، وقت آگیا ہے کہ خواجہ صاحبؒ کے پیغام کو عملی طور پر اختیار کرکے ان کے پیغام کی آفاقیت کو بھی واضح کیا جائے اور ان سے حقیقی محبت کا ثبوت دیا جائے، خواجہ اجمیریؒ کی مبارک روح گویا کہہ رہی ہے:

مجھے لمحے نہیں صدیاں سنیں گی
سلامت تم مری آواز رکھنا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارتی ذہانت نے دنیا کی تاریخ بدل ڈالی

مارگریٹا راڈریگیز

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی جنھوں نے اپنے شوہر اور دین کی خاطر وہ سب کچھ کیا جو ان کے بس میں تھا، انھوں نے اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کو گرادیا، یہاں تک کہ آج کی خواتین بھی وہ کرنے کی خواہش مند ہوں گی جو انھوں نے ۱۴۰۰ رسال قبل کر دکھایا۔'' برطانیہ کے شہر مانچسٹر کے ایک امام اسد زماں کے یہ الفاظ حضرت خدیجہؓ کے بارے میں تھے جو ۵۵۵ء میں اس علاقے میں پیدا ہوئیں جہاں آج سعودی عرب ہے، انھیں معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل تھا، وہ بہت امیر اور بااثر خاتون تھیں جو کئی امراء کی جانب سے شادی کی پیشکش ٹھکرا چکی تھیں، ان کی دو شادیاں ہوچکی تھیں؛ ایک شوہر کا انتقال ہوا، جب کہ دوسرے شوہر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہ نے خود ان سے علیٰحدگی اختیار کرلی تھی، انھوں نے طے کرلیا تھا کہ اب شادی نہیں کریں گی، لیکن ان کا یہ ارادہ اس وقت بدل گیا جب وہ اس شخصیت سے ملیں جو ان کے تیسرے شوہر بنے۔ اسد زماں کہتے ہیں کہ انھوں نے اُس شخصیت میں ایسی شاندار خصوصیات دیکھیں کہ شادی کے بارے میں ان کا ذہن تبدیل ہوگیا۔

اصل میں حضرت خدیجہؓ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور شادی کی پیشکش کی، حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ رسال جب کہ پیغمبرِ اسلام ۲۵ رسال کے تھے، یہ صرف ان دونوں کے رشتے کی کہانی نہیں ہے بلکہ یہیں سے ایک ایسے مذہب نے جنم لیا جس کے پیروکار آج اپنی تعداد کے لحاظ سے دنیا میں دوسرے نمبر پر ہیں، حضرت خدیجہ نے پیغمبر اسلامؐ سے اس وقت شادی کی جب انھوں نے اپنی نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا، نیویارک یونیورسٹی میں قدیم مشرقِ وسطی کی تاریخ کے پروفیسر رابرٹ ہوئے لینڈ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے تجارتی قافلوں کی پوری عرب دنیا میں رسائی تھی، زیادہ تر تاریخی ذرائع کے مطابق وہ آزادانہ فیصلے کرنے اور بہت مضبوط ارادوں والی خاتون تھیں، مثال کے طور پر انھوں نے اپنے کزن کے ساتھ شادی سے انکار کردیا تھا جب کہ ان کا خاندان روایتی طور پر اس رشتے کی حمایت کرتا؛ لیکن وہ اپنے شوہر کا انتخاب خود کرنا چاہتی تھیں، حضرت خدیجہ ایک ایسے کامیاب تاجر کی بیٹی تھیں جس نے اپنے خاندانی کاروبار کو ایک وسیع کاروباری سلطنت میں تبدیل کردیا تھا، والد کی جنگ میں ہلاکت کے بعد حضرت خدیجہؓ نے کاروبار سنبھال لیا، مؤرخ بیٹنی ہیوز کا کہنا ہے کہ انھیں خود اپنے طور پر دنیا میں آگے بڑھنا آتا تھا، حقیقت میں ان کی تجارتی ذہانت نے ہی انھیں اس راستے پر ڈالا جس نے آگے چل کر دنیا کی تاریخ بدل دی، حضرت خدیجہؓ مکہ سے جو تجارت کرتی تھیں اس کے لیے مشرقِ وسطیٰ کے بڑے شہروں میں ان کے تجارتی قافلے سفر کرتے تھے، یہ تجارتی قافلے طویل سفر طے کرکے جنوبی یمن اور شمالی شام جیسے شہروں تک جایا کرتے تھے، یونیورسٹی آف لیڈز میں اسلامی تاریخ کی ایسوسی ایٹ پروفیسر فوزیہ بورا کے مطابق حالانکہ ان کی دولت کا ایک بڑا حصہ انھیں وراثت میں ملا تھا؛ لیکن خود ان کی کوششوں سے ان کا کاروبار بہت وسیع ہوا تھا، وہ خود انفرادی طور پر بھی ایک کامیاب تجارتی خاتون تھیں جن میں بہت خود اعتمادی تھی، وہ اپنے کاروبار کے مختلف کاموں کے لیے لوگوں کی خدمات حاصل کرتی تھیں، پھر انھیں ایک ایسے شخص کے متعلق معلوم ہوا جس کے بارے میں لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ بہت ایماندار اور محنتی ہیں، حضرت خدیجہؓ نے ان سے رابطہ کیا اور ان سے اپنے ایک تجارتی قافلے کی سربراہی کرنے کو کہا، جلد ہی وہ اس شخصیت کی مداح ہوگئیں، وہ شخصیت پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، حضرت خدیجہؓ پیغمبرِ اسلام سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انھوں نے ان سے شادی کا فیصلہ کرلیا، حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد پیغمبرِ اسلام کو اپنے مقصد کے لیے زبردست استحکام اور معاشی مدد ملی، مسلم انسٹی ٹیوٹ آف لندن کی پروفیسر رانیہ حافظ کہتی ہیں سماجی تناظر میں اگر دیکھیں تو آپ کو اس وقت کے حالات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا، وہ ایک کثرتِ ازدواج والا معاشرہ تھا، اس زمانے میں زیادہ تر مردوں کی کئی بیویاں ہوا کرتی تھیں، لیکن جب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی۔ (بقیہ صفحہ ۸ر پر)

ایک بار پھر_خالصتان

شکیل شمسی

جس وقت ہندوستان تقسیم ہوا، اس سے قبل ہی سکھوں کی جانب سے ایک سکھ ہوم لینڈ کا مطالبہ کیا جارہا تھا، مگر اس وقت نہ تو انگریزوں نے ان کو ایک الگ قوم کی طرح مانا اور نہ ہی اس وقت کے ہندو اس بات پر راضی تھے کہ سکھوں کو ہندوؤں سے الگ ایک قوم کا درجہ دیا جائے، حالانکہ دونوں مذاہب کے درمیان مرنے کے بعد نذر آتش کئے جانے کے علاوہ کچھ بھی ایک جیسا نہیں تھا، سکھوں کے یہاں مورتی پوجا کی ممانعت ہے، وہ توحید پر یقین رکھتے ہیں اور ان کے مذہبی صحیفے گرو گرنتھ صاحب کو سب سے زیادہ اہم تصور کیا جاتا ہے، اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ سکھوں نے اس ملک کے لیے بے انتہاء قربانیاں دی ہیں، مگر ان کی وطن پرستی، جاں نثاری اور وفاداری کا صلہ جو ان کو ملنا چاہئے تھا وہ نہیں ملا۔ آزادی کے بعد جب ہندی اور گرمکھی (پنجابی) زبان کا مسئلہ کھڑا ہوا تو پنجاب کو کاٹ کر ہماچل پردیش اور ہریانہ کی شکل میں دو نئے صوبوں کا قیام ہوا، اور چنڈی گڑھ کو پنجاب دیئے جانے کے بجائے ہریانہ اور پنجاب کی مشترکہ راجدھانی قرار دے کر یونین ٹیریٹری بنادیا گیا۔

چنڈی گڈھ پنجاب کو دیئے جانے کے سلسلہ میں سکھوں نے بہت کوششیں کیں، یہاں تک کہ ایک مشہور لیڈر درشن سنگھ پھیرومان اسی مطالبہ کو لے طویل مدتی بھوک ہڑتال پر بیٹھے، اور بھوک ہڑتال کی وجہ سے ہی ان کا انتقال ہوگیا، اس کے علاوہ اکالی رہنما سنت فتح سنگھ نے خودسوزی کا اعلان بھی کیا، مگر حکومتیں ٹس سے مس نہ ہوئیں، بلکہ انہوں نے سکھوں کے ایک اور فرقے (نرنکاریوں) کو بڑھاوا دے کر سکھوں کی طاقت کو کمزور کرنا چاہا، ۷۰؍کی دہائی کے اواخر میں نرنکاریوں اور سکھوں کے درمیان فسادات شروع ہوگئے، سکھوں کا الزام تھا کہ حکومت نرنکاریوں کو بڑھاوا دے رہی ہے۔

پھر پنجاب کی سیاست میں جرنیل سنگھ بھنڈران والا نام کے ایک سکھ سنت کا نام ابھرا، جنہوں نے ایک سکھ ریاست خالصتان کے نام سے قائم کرنے کی تحریک چلادی، ۸۰؍کی دہائی میں خالصتان کی تحریک نے دہشت گردی کا روپ اختیار کیا، اور مختلف شہروں میں بم دھماکے اور دہشت گردانہ حملے عام بات ہوگئی، ۱۹۸۱ء میں پانچ سکھوں نے ایک ہندوستانی ہوائی جہاز کو اغوا بھی کیا، ہندوستان کے ایک مسافر بردار جہاز کو بم کے دھماکے سے اڑایا بھی گیا۔

اسی درمیان سکھوں کے سب سے مقدس مقام امرتسر کے دربار صاحب کے اندر واقع اکال تخت کو بھنڈران والے نے اپنا مستقر بنالیا تھا اور مسلح افراد وہاں ہر وقت دکھائی دینے لگے تھے، یہ وہ وقت تھا کہ جب پنجاب میں ہندوستان کا قانون نہیں، بھنڈران والے کا حکم چلتا تھا۔ ۱۹۸۴ء میں جون کے مہینے میں اندرا گاندھی کی حکومت نے اکال تخت کو خالی کرنیوانے کے لیے ہندوستانی فوج کو اتار دیا، جس کے بعد وہاں موجود مسلح سکھوں سے فوج کی لڑائی چھڑ گئی، جس کے دوران سیکڑوں سکھ مارے گئے اور اکال تخت کی عمارت کو بھی سخت نقصان پہونچا، مگر حکومت نے جرنیل سنگھ بھنڈروان والے کو ختم کردیا۔

اس واقعہ کے صرف پانچ مہینے کے اندر ہی اندرا گاندھی کے سکھ محافظوں نے اندرا گاندھی کو قتل کردیا اور پھر اندرا گاندھی کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے سکھوں پر ہندوؤں کی بھیڑ ٹوٹ پڑی، پھر بھی یہ جنگ ختم نہیں ہوئی، سکھ انتہا پسندوں نے ۱۹۸۵ء میں ہندوستان کے ایک مسافر بردار طیارے کو اڑادیا، خالصتانی دہشت گرد چن چن کر لوگوں کو نشانہ بناتے رہے، یہاں تک کہ فوج کے سابق سربراہ جنرل اے ایس ودیا کو بھی ان لوگوں نے قتل کردیا۔

پنجاب میں دہشت گردی ختم اس وقت ہوئی جب بے نظیر بھٹو نے ۱۹۹۶ء میں راجیو گاندھی کی حکومت کو خالصتان کے بارے میں ساری خفیہ اطلاعات فراہم کروادیں، جس کے بعد ہندوستان کی فوج اور پولیس نے مل کر خالصتانیوں کا خاتمہ کردیا، ۹۰؍کی دہائی کے بعد خالصتان کا ذکر شاید کسی نے سنا ہو۔

آج اس تحریک کے تمام حامی اس ملک سے فرار ہیں اور بیرون ملک میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں، مگر ملک کے اندر ان کا کوئی اثر نہیں ہے، مگر جب سے کسانوں کی تحریک شروع ہوئی خالصتان کی باز گشت خوب سنائی پڑ رہی ہے، حالانکہ کسانوں کی تحریک میں ہر فرقے کے کسان شامل ہیں، اگرچہ جان بوجھ کر اس کو صرف سکھوں کی تحریک میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور سنگھ پریوار کے لوگ اور گودی میڈیا کے ایلچی اس تحریک کو ہندوستان مخالف تحریک بتانے میں لگے ہیں، خوشی کی بات یہ ہے کہ کسانوں نے ابھی تک سنگھ پریوار کی تمام کوششوں کو ناکام بنایا ہے اور اپنی تحریک کو سیکولرازم اور وطن پرستی کے راستے سے دور جانے نہیں دیا، لیکن بات بگڑنے کا پورا خطرہ ہے، کیونکہ بی جے پی اس متنازعہ قانون کو منسوخ کرنے کے حق میں نہیں ہے، اس کا خیال ہے کہ کسانوں کو مودی جی نے ایک جنت سنوار کردی ہے، جب کہ کسانوں کو لگ رہا ہے کہ اگر یہ قانون باقی رہا تو بی جے پی کی یہ جنت ان کو سورگ واسی بنادے گی۔ **(انقلاب بھاگلپور ۹؍ دسمبر ۲۰۲۰)**

یوگی حکومت کا ظالمانہ آرڈیننس

سید مجاہد حسین

اتر پردیش حکومت نے پچھلے کچھ دنوں پہلے ناجائز طور سے مذہب تبدیل کرکے شادی کرنے کے خلاف ایک آرڈیننس کو پاس کرکے اسے ہنگامی طور سے قانونی شکل دی تھی جس کو نافذ بھی کردیا گیا ہے، لہٰذا اس کے نافذ العمل ہونے کے بعد نوجوان جوڑوں کی مشکلیں بڑھ گئیں ہیں بلکہ یوں کہئے کہ ان پر مزید ستم نازل ہونے لگا ہے، حکومت کے کارندے ان لوگوں کو گرفتار کرکے انہیں پریشان بھی کرنے لگے ہیں، جس سے اب ان لوگوں میں بھی خوف وہراس پایا جارہا ہے جو باقاعدہ طور سے اور ڈی ایم کی اجازت نامے کے باوجود شادی کے رشتوں میں بندھ چکے ہیں، یا قانونی طور سے ایک دوسرے کے مذاہب اپنا کر اپنی مرضی سے شادی بیاہ کررہے ہیں، ایسے لوگوں کو اپنے ہی متعلقین کے الزامات کے بعد پولیس اور انتظامیہ کی بڑی بیہودہ کارروائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ایسی بہت سی مثالیں پچھلے کچھ دنوں میں اخباروں میں سامنے آئی ہیں جن میں لڑکی کی ماں اور باپ نے ہی جبراً اس کا مذہب تبدیل کرانے کا لڑکے پر الزام لگا کر ان میں علاحدگی کرانے کا کام کیا باوجود اس کے کہ لڑکی نے کئی معاملوں میں اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کیا، ایسے میں اب یوگی حکومت سے وہ لوگ بھی بدظن ہونے لگے ہیں جو کبھی ان کے گن گایا کرتے تھے، وہیں یوپی حکومت کی اس نئے قانون پر سوال کھڑے کئے جارہے ہیں، سوال یہی اٹھ رہا ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کررہے ہیں اور ان پر کسی کا کوئی بھی دباؤ نہیں ہے تو انہیں پھر پولیس تحفظ کیوں فراہم نہیں کررہی ہے یا ان کے ساتھ ناانصافی کیوں کی جارہی ہے، اصل بات یہ ہے کہ حکومت سے سوال کون کرے، جہاں کثرت ان صحافیوں کی ہے جو دن کو بھی رات لکھتے ہیں اور یوگی حکومت کی متنازع پالیسیوں میں صرف اچھائی کا پہلو ڈھونڈتے ہیں۔

انہیں وہ تمام خامیاں نظر نہیں آپاتیں جن سے سماج کے لوگوں کو پریشانی لاحق ہے اور ان کے حقوق کا خون ہو رہا ہے، لہٰذا اب باقی بچے وہ لوگ جو اس زیادتی کو برداشت کررہے ہیں، تو اہم بات تو یہ ہے کہ ستم رسیدہ لوگوں میں اتنی جرأت ہی کہاں ہے کہ وہ کوئی یوگی حکومت سے سوال کرسکیں اور اپنے لئے انصاف مانگیں، یہ وہی اتر پردیش ہے جہاں کی یوگی حکومت کے دور میں ایسے رونگٹے کھڑے کردینے والے واقعات پیش آئے ہیں، جہاں ایک لڑکی کی عصمت خود ان کی پارٹی کا ایک لیڈر اور ایم ایل اے ہوتے ہوئے بھی تار تار کردیتا ہے اور حکومت کچھ نہیں کرتی، اس مظلوم کے سامنے اس کے باپ کو اس بے رحمی سے پیٹا جاتا ہے کہ اس کی موت ہوجاتی ہے، اس واقعے کے باوجود یوپی حکومت کی نیند نہیں ٹوٹتی ہے، اور وہ خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں، ان کی نیند اس وقت کھلتی ہے جب وہ مظلوم فریاد کرتی ہوئی یوگی کے ایوان اسمبلی کے باہر خود کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتی ہے، تب حکومت جاگتی ہے اور معاملے کی تحقیقات کا حکم دیتی ہے، یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ اس طرح کے واقعات جہاں روزمرہ کا معمول بنے ہوئے ہوں اور وہاں کا وزیراعلیٰ خواتین کے تحفظ کی بات کرکے قانون سازی کررہا ہو، ایسے میں سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا اصل مقصد کیا ہوسکتا ہے، ناقدین دو مذاہب کے لڑکے اور لڑکی کی باہم رضامندی سے ہونے والی رسم کو ناجائز بتانے والی یوپی انتظامیہ کے اس طرز عمل سے سخت حیران ہیں اور سراپا تنقید بنے ہوئے ہیں، وہ اسے محض سیاسی مفاد میں اٹھائے گئے قدم کے طور پر دیکھ رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یوپی کی بی جے پی حکومت مذہب کی سیاست کے لئے مشہور رہی ہے اور وہ اپنے ووٹ بینک کو خوش کرنے کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتی ہے، تازہ قانون سازی بھی اس کی فرقہ وارانہ نیت پر مبنی ہے جس کی آڑ میں وہ مسلم لڑکوں کے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش میں ہے، سیاسی ماہرین اور ناقدین کا ماننا ہے کہ آرڈیننس کے ذریعہ ظاہری طور سے جبری مذہب کی تبدیلی کو روکنا ہے؛ لیکن اس کے پیچھے آر ایس ایس اور زعفرانی پارٹیوں کا وہ ایجنڈا ابھی چھپا ہے جو یوگی حکومت کے ذریعہ نافذ کیا جانا تھا اور اقلیتوں کو نشانہ بنانا تھا، دراصل پچھلے چار سال سے یوپی میں یوگی حکومت نے جس طرح سے آرڈیننس کے ذریعہ نئے نئے ضوابط وضع کرنے کی کوشش کی ہے اس سے تو یہی اندازہ لگایا جارہا ہے کہ وہ آمریت کا لبادہ اوڑھ کر اپنے زعفرانی ایجنڈہ کو نافذ کرنے میں لگی ہے، تازہ آرڈیننس کے بعد سیاسی حلقوں اور مبصرین میں نئی بحث چھڑ گئی ہے اور لوگ اسے یوگی حکومت کے نئے پینترے بازی کے طور پر ہی دیکھ رہے ہیں، مبصرین کا خیال ہے کہ بی جے پی مسلم نوجوانوں پر جبراً ہندو لڑکیوں کو اپنی طرف راغب کرکے ان کا مذہب تبدیل کرانے کا الزام عائد کرتی رہی ہے، تاکہ ان کے خلاف کارروائی کرکے جیل میں ڈالا جائے، ماہرین کی نگاہ میں یہ قانون اس حکمت عملی کا نتیجہ ہے جس کے تحت سخت گیر ہندوتوا تنظیمیں گاہے بگاہے اس ایشو کو اٹھا کر گرماتی آئی ہیں، ان تنظیموں نے اس طرح کی شادی کو ''لو جہاد'' کا نام دیا اور کئی سالوں تک جم کر پروپیگنڈہ بھی کیا، ان کا پرزور مطالبہ رہا ہے کہ بی جے پی جلد سے جلد ''لو جہاد'' کے خلاف قانون بنائے تاکہ غیر مسلم لڑکیوں کو مبینہ طور سے مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کرنے سے روکا جاسکے اور قصورواروں کے خلاف قانونی کارروائی کا راستہ ہموار ہوسکے، ظاہر ہے کہ اس مدعے پر یوگی حکومت کمربستہ رہی اور مناسب وقت کا انتظار کرتی رہی، یہاں تک کے بل بھی لے آئی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ پچھلے کئی معاملوں میں دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی لڑکی کسی مسلم لڑکے سے اپنی مرضی سے بھی شادی کرتی ہے تو اس کے سرپرست اس لڑکے پر جبراً مذہب تبدیل کرانے کا مقدمہ درج کرادیتے ہیں اور اب بھی وہی سلسلہ جاری ہے، بعد میں یہ عقدہ کھلتا ہے کہ لڑکی نے اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کیا ہے اور والدین کا الزام غلط ہے، کئی تازہ معاملوں میں بھی کچھ ایسا ہی سامنے آیا ہے، جہاں خود پولیس نے والدین کی شکایت پر شادی کی رسم رکوادی اور لڑکے کے تمام ثبوت دھرے رہ گئے۔

بہرکیف آج بھی صورتحال جوں کی توں ہے، بلکہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ نئے قانون سے لوگ زیادہ پریشان ہیں، عدالت اس میں از خود نوٹس لے کر مداخلت کرے اور یوپی حکومت کے قانون کو کالعدم قرار دے کیونکہ یہ آئین کے اس آرٹیکل سے ٹکراتا ہے، جس میں دو بالغ نوجوانوں کو اپنی مرضی سے مذہب اپنانے اور شادی کرنے کا اختیار ہے۔

فضلاء مدارس اور علماء کے لیے جدید تعلیم کے مواقع

محمد عادل فریدی قاسمی

مدارس اسلامیہ دینی تعلیم کے ایسے مراکز ہیں، جہاں قرآن وسنت اور علوم شریعت کی تعلیم دی جاتی ہے، آج پوری دنیا میں جہاں بھی اسلام کے ماننے والے ہیں اور اللہ رسول کا نام لے رہے ہیں اور قرآن وسنت اور شریعت پر عمل ہو رہا ہے وہ سب انہیں مدرسوں کی برکت سے ہے۔ مدارس کے فارغین قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں مہارت پیدا کر کے ملت کی رہنمائی کر رہے ہیں، اسی لیے عوام وخواص کے توقعات ان علماء اور فضلاء سے آج بھی پہلے کی طرح قائم ہیں، اور ایسے علماء کا ہر بڑی مسلم آبادی میں ہونا ضروری ہے۔ مگر موجودہ حالات کا تقاضہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ وفضلاء کو زمانے سے ہم آہنگ کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے اور اس کے لیے ان کے اندر ایسی صلاحیتیں پیدا کرنے کی محنت کی جائے کہ وہ عہد جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر دنیا کے لیے مفید سے مفید تر ثابت ہو سکیں۔ ملکی تناظر میں دیکھیں تو ہمیں ایسے افراد اور علماء وفضلاء کی سخت ضرورت ہے جو ملک میں آرہی موجودہ تیز تر سیاسی اور معاشی تبدیلیوں سے واقف ہوں اور ان پر قابو پانے کی پوری صلاحیت کے ساتھ ملت اسلامیہ کی نمائندگی مختلف میدانوں میں کر سکتے ہوں۔ مسلمانوں کو معیشت میں آگے بڑھنے کی بھی ضرورت ہے، اس لیے ایسے علماء اور فضلاء کی کھیپ تیار کرنا بہت ضروری ہے جو مدرسوں میں پڑھانے اور مساجد میں اذان، امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالنے کے ساتھ ساتھ، الیکٹرونک وپرنٹ میڈیا، جدید عصری تعلیم گاہوں میں تدریسی فرائض انجام دینے، سائنس وطب، سماجی وعمرانی علوم آئی ٹی اور دیگر پروفیشنل شعبہ جات میں خدمت انجام دینے کے لائق ہوں اور جو آئی ایس اور آئی پی ایس بن کر ملک وملت کی خدمت کر سکتے ہوں۔

دینی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ کو یہ ذہن نشیں رہنا چاہئے کہ جو تعلیم وہ حاصل کر رہے ہیں یہ ان کے لئے نعمت ہے، اور علم دین حاصل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی نہ صرف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بسر کریں بلکہ اپنے گھر والوں، رشتہ داروں، اہل وطن اور پوری دنیا کے لوگوں کی رہنمائی بھی کر سکیں۔ خاص طور پر علماء کی ذمہ داری دعوت واصلاح کی ہے، مگر دعوت دین کے لیے اپنے عصر اور اپنی قوم کی زبان جیسے اردو، ہندی وغیرہ میں کمال پیدا کرنا ضروری ہے، عالمی میدان میں کسی خارجی زبان جیسے انگریزی، عربی، فرنچ، جرمن یا چائنیز زبان کا جاننا بھی ضروری ہے، ایسے ہی علماء جو عالمی رجحانات ونظریات اور خطرات سے واقف ہیں وہ عالمی زبانوں میں اپنے خیالات ونظریات ظاہر کر کے بین الاقوامی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں، علماء وفضلاء مدارس کو اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جہاں بھی رہیں وہاں اپنے عالمانہ شان اور داعیانہ کردار کے ساتھ رہیں۔ اگر مدرسہ میں تدریس، مسجد میں امامت یا کسی مکتب میں خدمت کا موقع ملے تو ٹھیک ورنہ انہیں دیگر شعبوں میں قدم رکھنے کے لئے ذہنی طور پر آمادہ رہنا چاہئے اور اس کی پیشگی تیاری بھی کرنی چاہئے، درس نظامی کے نصاب کے ساتھ ساتھ وہ اگر انگلش اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی حاصل کریں تو فضیلت کے بعد ان کے لیے بہت سی راہیں کھل سکتی ہیں اور علوم عصریہ کے مختلف میدانوں میں بھی وہ اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر سکتے ہیں۔

ملک کی کئی یونیورسٹیوں مثلاً علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، عثمانیہ یونیورسٹی، مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی وغیرہ میں مدارس کے فضلاء کے لیے کئی ایسے کورسز ہیں جنکے ذریعہ فضلاء مدارس عصری علوم کے میدانوں میں قدم رکھ سکتے ہیں، آج تو کتنے علماء ایسے ہیں جو یو پی ایس سی، بی پی ایس سی اور دوسرے مقابلہ جاتی امتحانوں میں کامیابی حاصل کر کے اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز ہیں، نیٹ کے امتحان میں پاس کر کے ایم فل اور پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں، اسلامک اسٹڈیز کے علاوہ زبان وادب، جرنلزم، پالیٹیکل سائنس، اسلامک بینکنگ، اقتصادیات، تاریخ، قانون، اپلائڈ سائنس اکاؤنٹس، بزنس ایڈمنسٹریشن، کمپیوٹر سائنس، طب یونانی، تحقیق وریسرچ اور ٹیکنالوجی اور زراعت کے میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ موجودہ دور میں میڈیا کی بھی بہت اہمیت ہے، مدارس کے فضلاء کے لیے الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا بھی دلچسپی کا سامان ہو سکتا ہے، میڈیا میں قدم جمانے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ آپ اخبارات میں کسی بھی عہدے پر کام کر سکتے ہیں۔ ایڈیٹر، سب ایڈیٹر، رپورٹر، ٹرانسلیٹر (مترجم)، پروف ریڈر، کمپیوٹر آپریٹر، مارکیٹنگ ایگزیکٹو اور سرکولیشن آفیسر وغیرہ، اخبارات کے تمام شعبوں میں مدارس کے فضلاء کیلئے یکساں مواقع موجود ہیں۔ کچھ اردو اخبارات میں مدارس کے فارغین پہلے ہی کام کر رہے ہیں، اگر اس شعبے پر تھوڑی توجہ دی جائے تو اس کے اچھے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ ریڈیو میں ایف ایم ریڈیو چینل کی اجازت لی جا سکتی ہے۔ ایف ایم چینل کے ذریعے سماج اور معاشرے میں اسلامی تعلیمات کا سلسلہ شروع کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسا میدان ہے جو پوری طرح خالی پڑا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا میں بھی جگہ بنائی جا سکتی ہے مگر اس کے لیے باقاعدہ تیاری کرنے اور منظم ہو کر چلنے کی ضرورت ہے۔ صحافت ومیڈیا دعوت دین کا بھی بہت موثر ذریعہ ہے، اس کے اثرات خوانچہ والوں سے لے کر تخت وتاج والوں تک ہوتے ہیں، اس لیے اس پر توجہ دینی چاہئے، مدارس کے فارغین کے لیے ترجمہ نگاری کا فن بھی کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مدارس کے فارغین اردو زبان جانتے ہیں اس لئے وہ اردو زبان کو مضبوط کر کے عربی، انگلش، چینی، فرنچ، جرمن یا ترکی زبانوں میں سے کوئی ایک زبان سیکھ کر ترجمہ نگاری کے میدان میں بہ آسانی آسکتے ہیں۔ دو زبانوں پر مہارت ہو اور ترجمہ نگاری کو پیشہ بنا لیا جائے تو روزگار کے لئے یہاں وہاں بھٹکنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، سفارت خانوں، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا، بین الاقوامی کمپنیوں، بڑے ہسپتالوں، تعلیمی اداروں، یونی سیف، یونیسکو، سیاحتی مقامات اور بیرونی ملکوں سے آنے والے تاجروں اور بے شمار سرکاری وغیر سرکاری اداروں کے لئے ترجمہ نگاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔

مدارس کے طلبہ اگر عربی زبان بولنے، عربی سے ترجمہ کرنے، عربی میں مضامین لکھنے کی صلاحیت پیدا کرلیں تو اس میدان میں بہتر کام کر سکتے ہیں، مدارس کے فضلاء کے لیے ایک اہم میدان اسلامک بینکنگ کا ہے۔ اسلامک بینکنگ کا میدان کئی اعتبار سے اہم ہے، اس وقت پوری دنیا میں اسلامک بینکنگ سسٹم تیزی سے رائج ہو رہا ہے، ظاہر ہے جیسے جیسے اس کا دائرہ کار بڑھے گا ویسے ویسے اسلامی اقتصادیات کے ماہرین کی ضرورت پڑے گی۔ علماء اگر اسلامی اقتصادی نظام پر اپنی گرفت مضبوط کرلیں اور اس میں مہارت حاصل کرلیں تو اس میدان میں ان کے لئے بے شمار امکانات موجود ہیں۔ اس کیلئے اسلامی تجارت کے علاوہ ریاضی، اکنامکس اور کامرس وغیرہ کی ضروری تعلیم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ مدارس کے فارغین مختلف دینی و عصری کورسوں کی تدریس آن لائن بھی حاصل کر سکتے ہیں، ہمارے کئی باصلاحیت علماء اس طرح قرآن و حدیث کی تدریس کر رہے ہیں، اور ساری دنیا میں ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک میدان سیاست کا بھی ہے۔ سیاست کا میدان ایماندار اور ملک وملت کے لئے اخلاص کا جذبہ رکھنے والے علماء کے لئے پوری طرح خالی ہے، سیاست کا علم حاصل کرنے، اس کی تدریس کے ساتھ علماء کے لیے عملی طور پر میدان سیاست میں آنے کے مواقع ہیں۔ علماء کو اس میدان میں آنا چاہئے اور کونسلر سے لے کر پارلیمنٹ تک کا سفر طے کرنا چاہئے، قانون کا شعبہ علماء کا خاص میدان ہے، مگر فقہ اسلامی کی واقفیت کے ساتھ ملکی قوانین کی واقفیت ومہارت ضرورت ہے، اس لیے علماء جو زبان وبیان پر اچھی قدرت رکھتے ہوں، اور بارہویں یا مولوی یا گریجوئیشن یا عالم وفاضل کی سند رکھتے ہوں ان کو لا (قانون) میں داخلہ لے کر قانون کی ڈگری حاصل کر کے ملک وملت کی خدمت کے لیے آگے آنا چاہئے۔ برطانوی سامراج کے زمانے میں علماء نے اپنے اثر ورسوخ کو برقرار رکھا تھا، مگر آہستہ آہستہ علماء کی عصری تعلیم سے دوری نے ان کو زندگی کے مختلف شعبوں اور حکومت کے اہم مناصب پر فائز ہونے سے روک دیا ہے۔ اس لیے علماء کو عصری تعلیمات سے مکمل طور سے واقفیت حاصل کر کے اور اس میں مہارت پیدا کر کے، سیاست، قانون، ایڈمنسٹریشن، سول سروسز جیسے اعلیٰ اور بلند مناصب پر فائز ہونے کی جدوجہد کرنی چاہئے تاکہ سماج میں پھر سے ان کا اثر ورسوخ قائم ہو سکے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ مدارس کے معیار تعلیم کو اعلیٰ سے اعلیٰ کرنے کی فکر کی جائے، تاکہ ان مدارس سے نکلنے والے طلبہ اپنے اپنے میدان میں زیادہ کارآمد اور باصلاحیت بن سکیں۔ ساتھ ہی مدارس کے طلبہ کو صحیح گائڈ لائن فراہم کی جائے تاکہ وہ اپنے بہتر مستقبل کے لیے اپنی صلاحیت اور دلچسپی کے اعتبار سے مدارس کی تعلیم سے فراغت کے بعد صحیح کورس کا انتخاب کر سکیں۔ اور دینی مدارس کے فارغین عصری یونیورسٹیوں میں اپنے دینی تشخص اور اسلامی شعار پر قائم رہتے ہوئے جدید علوم سے فائدہ اٹھائیں اور احساس کمتری کے شکار ہوئے بغیر مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے وطن اور قوم کی خدمت کے لیے کمربستہ رہیں۔

اس مقصد کے لیے منصوبہ بندی کے ساتھ ایسے اداروں کو قائم کرنے کی ضرورت ہے جو فضلاء مدارس کو صحیح رہنمائی فراہم کر سکیں اور ان کو ان کے لیے بہتر کورس کے انتخاب میں مدد کر سکیں، فضلاء مدارس کو ان کی صلاحیتوں اور دلچسپی کی بنیاد پر کاؤنسلنگ کے بعد مختلف یونیورسٹیوں میں ان کے پسندیدہ مندرجہ ذیل کورسوں میں داخلہ دلوانے میں مدد کی جا سکتی ہے، اگر یہ منصوبہ بندی کے ساتھ کام ہو تو آئندہ برسوں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں علماء وفضلاء مدارس کی ایسی ٹیم تیار کی جا سکتی ہے جو اسلامی علوم میں پوری دسترس رکھنے، شریعت اسلامی پر پوری طرح کاربند ہوتے ہوئے عصری میدانوں میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا کر ملک میں ایک صالح انقلاب کا پیش لفظ لکھ رہے ہوں گے۔

اچھی صلاحیت کے علماء اگر کسی یونیورسٹی سے گریجوئیشن کرلیں یا بہار مدرسہ بورڈ سے عالم کا امتحان پاس کرلیں تو یو پی ایس سی/ بی پی ایس سی وغیرہ کی تیاری کر کے ایڈمنسٹریٹو اور سول سروس میں بھی جا سکتے ہیں، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیوسٹی حیدرآباد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، جے این یو وغیرہ نیشنل یونیورسٹیوں میں دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم، ندوۃ العلما، جامعۃ الفلاح کے علاوہ ملک کے کئی مدارس کی سندوں کو گریجوئیشن میں داخلہ کے لیے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگر مدارس کے طلبہ کوئی ہنر سیکھ کر روزگار سے جڑنا چاہتے ہیں تو مدرسہ بورڈ سے فوقانیہ کی سند پر وہ (۱) فٹر، (۲) ایم آر اے سی، (۳) پلمبر، (۴) میکانیکل وغیرہ ٹریڈ میں آئی ٹی آئی بھی کر سکتے ہیں۔ اگر مدارس کے طلبہ عربی زبان اور انگریزی زبان میں ڈپلوما یا سرٹیفکٹ کورس کرلیں اور ان کی عربی وانگریزی گفتگو کی صلاحیت بہتر ہو تو بہت سی ملٹی نیشنل کمپنیوں، سفارت خانوں میں مترجم کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں۔ آج کل بڑے بڑے اسپتال بھی میڈیکل فیسی لیٹیٹر (منسق طبی) کے عہدے پر ایسے لوگوں کو بحال کرتے ہیں اور اچھی تنخواہیں دیتے ہیں مدارس کے فارغین کے لیے اس میں اچھا اسکوپ ہے، اس کے علاوہ پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا بھی مدارس کے فارغین کے لیے دلچسپی کی چیز ہو سکتی ہے، اس کے لیے انہیں جرنلزم کا کورس کرنا پڑے گا، عالم کے سرٹیفکٹ پر جرنلزم کا تین سالہ ڈگری کورس اور ایک سالہ ڈپلوما کورس کر سکتے ہیں۔ عالم یا مولوی پاس شدہ طلبہ یا آزاد مدارس سے عالمیت یا فضیلت کی سند حاصل کیے ہوئے طلبہ طب یونانی میں بھی داخلہ لے کر بی یو ایم ایس اور پھر بعد میں ایم ڈی یا ایم ایس کر سکتے ہیں۔ بہار میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی سے بہار مدرسہ بورڈ کے مولوی/ عالم کی سند کی بنیاد پر بی بی اے، بی سی اے، بیچلر آف لائبریری سائنس، بیچلر آف جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن جیسے جاب اورینٹیڈ کورسز آسانی سے کیے جا سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ فضلاء مدارس کو مناسب رہنمائی فراہم کی جائے، اور انہیں زمانہ سے ہم آہنگ ہونے کے مواقع دیے جائیں۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

سعودی عرب اور بحرین میں کورونا ویکسین عام لوگوں کو لگانا شروع

سعودی عرب اور بحرین میں کورونا ویکسین عام لوگوں کو لگانا شروع کردیا گیا ہے۔سعودی عرب نے رواں مہینے کی ۱۰/تاریخ کو امریکی کمپنی فائزر و جرمن کمپنی بائیواین ٹیک کی ویکسین کے استعمال کی اجازت دی تھی۔بحرین نے ۱۲/دسمبر کو چین کی کمپنی کی جانب سے تیارہ کردہ ویکسین کے استعمال کی منظوری دی تھی۔(یواین آئی)

افغانستان میں بم دھماکے میں ۱۵/شہری ہلاک،۲۰/زخمی

افغانستان کے وسطی صوبے کے غزنی میں ایک بم دھماکے میں کم از کم ۱۵/ عام شہری ہلاک اور۲۰/زخمی ہوگئے وزارت داخلہ کے ترجمان طارق ارین نے جمعہ کے روز واقعے سے متعلق اطلاع دی،انہوں نے بتایا کہ دھماکہ خیز آلہ موٹرسائیکل سے منسلک تھا اوراس میں ضلع گیلان میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے لوگوں کے ایک گروپ کے قریب رہائشی علاقے میں پھٹا تھا۔طالبان نے ابھی تک اس واقعے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے،ستمبر میں قطر کے دارالحکومت دوحہ میں افغان حکومت اور طالبان کے مابین امن مذاکرات شروع ہونے کے باوجوددونوں فریقوں کے درمیان پرتشدد جھڑپیں اور بم دھماکے جاری ہیں۔(یواین آئی)

امریکہ کے جوہری سلامتی سمیت اہم محکموں پر بڑا سائبر حملہ

امریکہ کے جوہری ہتھیاروں کی ذمہ داری سنبھالنے والے نیشنل نیوکلیئر سیفٹی ایڈمنسٹریشن (این این ایس)اور محکمہ توانائی کے نیٹ ورک پر بڑا سائبر حملہ کرکے ہیکروں نے خفیہ معلومات حاصل کی ہیں،امریکی میڈیا نے جمعرات کو اپنی رپورٹ میں ان افسران کے حوالے سے اطلاع دی،رپورٹ کے مطابق فیڈرل انرجی ریگولیٹری کمیشن (ایف ای آرسی)اور ایلاماس لیبارٹریز کے علاوہ محکمہ توانائی کے کئی دفاتر کے نیٹ ورک میں مشتبہ سرگرمیوں کے بارے میں معلوم ہوا ہے۔(یواین آئی)

نائیجیریا میں اسکول سے اغوا ہونے والے۳۴۴/طلبہ بازیاب

افریقی ملک نائیجیریا میں بورڈنگ اسکول سے اغوا ہونے والے۳۴۴/بچوں کو بحفاظت بازیاب کرالیا گیا ہے تاہم کچھ بچے تاحال اغواکاروں کے قبضے میں ہیں۔عالمی خبررساں ادارے کے مطابق بوکوحرام کے جنگجوؤں نے گزشتہ ہفتے ایک بورڈنگ اسکول پر حملہ کرکے سیکڑوں بچوں کو اغوا کرکے اپنے ہمراہ لے گئے تھے تاہم اب سیکیورٹی اہلکاروں نے ان بچوں کو ایک آپریشن کے دوران بازیاب کرالیا ہے۔نائجیریا کی کاٹسینا ریاست کے گورنر امینو بیلو مساری نے سرکاری نشریاتی ادارے این ٹی اے کو بتایا کہ بچوں کو پڑوسی ریاست زمفارا سے بازیاب کراکے حکومتی سیکیورٹی فورسز کے سپرد کردیا گیا ہے۔

گورنر مساری نے مزید بتایا کہ بچوں کو معمول کی طبی جانچ کے بعد اہل خانہ کے حوالے کردیا جائے گا اور دیگر چند بچوں کی بازیابی کے لیے کارروائی جاری ہے۔نائجیریا کے صدر محمد وبُہاری نے ایک ٹوئٹر پیغام میں ان بچوں کی رہائی کا خیرمقدم کیا ہے،واضح رہے کہ انتہا پسند گروپ بوکوحرام نے ان بچوں کو ۱۱/دسمبر کو اغوا کیا تھا اور بچوں کی رہائی کو مطالبات کی منظوری سے مشروط کیا تھا۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

بزنس روزگار وکیریئر

کھانا چھوڑنے پر دلت نوجوان کو پیٹ۔پیٹ کر مار ڈالا

مدھیہ پردیش میں نام نہاد اعلیٰ ذات کے لوگوں کی غنڈہ گردی

مدھیہ پردیش کے چھترپور ضلع میں پیر کو ۲۵/سال کے ایک دلت نوجوان کو نام نہاد اونچی ذات کے لوگوں نے پیٹ پیٹ کر مار ڈالا ،اس کی غلطی صرف اتنی تھی کہ اس نے ایک پارٹی میں کھانے کو ہاتھ لگا دیا تھا،معاملہ کی اطلاع ملنے کے بعد پولیس موقع پر پہونچی اور واقعہ کی جانچ شروع کردی،چھترپور کے گوریہار کے اے ایچ او جسونت سنگھ راجپوت نے بتایا کہ بھوپال سے تقریباً ۴۵۰/کیلومیٹر دور کشن پور گاؤں میں ایک پارٹی کا اہتمام کیا گیا تھا،وہاں ملزم بھورا سونی اور سنتوش پال نے پارٹی کے بعد دلت نوجوان کو صفائی کرنے کے لیے بلایا،اسی دوران ان لوگوں نے دلت نوجوان دیوراج انوراگی کو خود کے لیے کھانا نکالتے دیکھ لیا تو بھورا سونی اور سنتوش پال اسے ڈنڈے سے مارنے لگے،دیوراج کو ان دونوں نے اتنا مارا کہ اس کی جان چلی گئی،واردات کے بعد دونوں ملزمین جائے واقعہ سے فرار ہوگئے،پولیس نے بتایا کہ فرار ہوئے سونی اور پال کے خلاف قتل اور ایس سی ایس ٹی ایکٹ کے تحت کیس درج کرلیا گیا ہے،جلد ہی انہیں گرفتار کرلیا جائے گا،پولیس ان کی تلاش میں مسلسل دبش دے رہی ہے۔

زرمبادلہ 77 کروڑ ڈالر کم ہوکر 578 ارب ڈالر

ملک کا زرمبادلہ 11 دسمبر کو ختم ہفتے میں 77.80 کروڑ ڈالر کم ہوکر 578.57 ارب ڈالر پر آ گیا قبل ازیں چار دسمبر کو ختم ہفتے میں زرمبادلہ 4.53 ارب ڈالر بڑھ کر 579.35 ارب ڈالر کے ریکارڈ سطح تک پہنچ گیا تھا ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) کی جانب سے جمعہ کے روز جاری اعداد وشمار کے مطابق 11 دسمبر کو ختم ہفتے میں زرمبادلہ کا سب سے بڑے جزو غیر ملکی اثاثہ 1.04 ارب ڈالر کم ہوکر 536.34 ارب ڈالر پر آ گیا۔اس دوران سونے کا ذخیرہ 28.40 کروڑ ڈالر کے اضافے کے ساتھ 36.01 ارب ڈالر تک پہنچ گیا۔زیرنظر ہفتے میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے پاس ریزرو فنڈ 1.6 کروڑ ڈالر کم ہوکر 4.71 ارب ڈالر اور اسپیشل ڈرائنگ رائٹ 30 لاکھ ڈالر کم ہوکر 1.50 ارب ڈالر درج کیا گیا۔(یواین آئی)

۴/جنوری سے کھلیں گے بہار کے تمام اسکول،ہوسٹل اور کوچنگ ادارے

کورونا وائرس وبا کے سبب ۲۰۲۰ء میں بند ہوئے اسکول اب ایک بار پھر سے نئے سال میں کھلنے جارہے ہیں۔ بہار حکومت نے ۴/جنوری سے آٹھویں سے بارہویں تک کے طلبہ کے لئے اسکول کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔پندرہ دنوں کے جائزہ کے بعد جونیر سیکشن کے لئے بھی اسکول کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔اسی کے ساتھ کوچنگ انسٹی ٹیوشن اور ہوسٹل کو بھی کھولنے کا فیصلہ کیا گیا ہے،ڈیزاسٹر مینجمنٹ کمیٹی کی میٹنگ میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا،چیف سکریٹری دیپک کمار نے اس بات کی جانکاری دی ہے۔حکومت کے فیصلہ کی پرائیوٹ اسکول اینڈ چیلڈرن ویلفیئر ایسوسی ایشن نے خیرمقدم کیا ہے،ایسوسی ایشن لگاتار اسکول کھولنے کا مطالبہ کررہا تھا،صوبہ کے سرکاری اسکولوں میں طلبہ کو ماسک مفت فراہم کرایا جائے گا،اسکول اور کوچنگ کھولنے کے فیصلہ کی اسکول سے جڑے لوگوں نے ستائش کی ہے۔(نیوز۔۱۸/اردو)

بقیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا............ حضرت خدیجہؓ کی طرح پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش قبیلے میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے تھے، یہ وہ وقت تھا جب اس علاقے میں اکثر لوگ کئی خداؤں کی عبادت کرتے تھے،جب پیغمبرِ اسلام پر روحانی تجربات کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ مکہ کے قریب پہاڑوں پر جاکر مراقبہ کرنے لگے تو ان کی شادی کو کئی برس ہو چکے تھے،اس کے بعد انھیں فرشتے حضرت جبرئیل کے ذریعے اللہ کی جانب سے وحی آنے لگی،پیغمبرِ اسلام نے فیصلہ کیا کہ وہ جس کیفیت سے گزر رہے ہیں اس کے بارے میں کسی کو بتائیں،وہ حضرت خدیجہؓ پر بے انتہا اعتماد کرتے تھے،حضرت خدیجہؓ نے ان کی بات سنی اور انھیں دلاسا دیا کیونکہ ان کے دل نے کہا کہ یہ کوئی عظیم اور انتہائی مقدس تجربہ ہے،امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کی اسلامک اسکالر لیلیٰ احمد کہتی ہیں ''جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی آیات اترنا شروع ہوئیں تو انھیں اس تجربے کو سمجھنے میں مشکل کا سامنا تھا،اس موقع پر حضرت خدیجہ نے ان کا ساتھ دیا۔''

پہلی مسلمان خاتون : کئی مورخین کی نظر میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والی آیات کو سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے سنا تھا اس لیے وہ تاریخ کی پہلی مسلمان خاتون بن گئیں اور اسلام قبول کرنے والی پہلی شخصیت بھی،پروفیسر فوزیہ بورا کہتی ہیں ''انھوں نے اس پیغام کو یقین اور دل سے قبول کیا۔''

مورخ بیٹنی ہیوز کا کہنا ہے ''میرے خیال میں حضرت خدیجہؓ کی حمایت سے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغام عام کرنے اور اپنے قبیلے کی اشرافیہ کی مخالفت کا مقابلہ کرنے میں بہت مدد ملی۔''پروفیسر فوزیہ بورا کے مطابق جب پیغمبرِ اسلام نے تبلیغ شروع کی تو مکہ کے معاشرے میں ان کی بہت مخالفت ہوئی کیونکہ مختلف خداؤں کی عبادت کرنے والے معاشرے میں وہ ایک خدا کو ماننے کا پیغام دے رہے تھے،اس موقعے پر حضرت خدیجہؓ نے وہ حمایت اور تحفظ فراہم کیا جس کی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اشد ضرورت تھی،بیٹنی ہیوز کہتی ہیں کہ ''اگلے دس سال تک حضرت خدیجہؓ نے اپنے خاندانی تعلقات اور اپنی دولت کے ذریعے اپنے شوہر کی بھرپور مدد کی۔''حضرت خدیجہؓ نے زندگی کے آخری دنوں تک اپنے شوہر اور اسلام کی حمایت اور مدد کے لیے وہ سب کچھ کیا جو ان کے بس میں تھا۔۶۱۹ء میں وہ بیمار ہوگئیں اور ان کا انتقال ہوگیا،اس وقت پیغمبرِ اسلام اور ان کی رفاقت کو ۲۵/سال ہو چکے تھے اور حضرت خدیجہؓ کا بچھڑنا ان کے لیے ایک بڑا صدمہ تھا،پروفیسر رابرٹ ہوئے لینڈ کے مطابق مؤرخین نے حضرت خدیجہؓ کا جس طرح ذکر کیا ہے،وہ بہت متاثر کن ہے اور انھیں پیغمبرِ اسلام کی بہترین رفیق قرار دیا گیا ہے،حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے حالات زندگی اسلام میں خواتین کے کردار کے بارے میں بہت سے لوگوں کے تصورات کو چیلنج کرتے ہیں،پروفیسر فوزیہ بورا سمجھتی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی تاریخ کو جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ یہ اس تصور کو غلط ثابت کرتی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں مسلمان عورتوں کو گھروں تک محدود رکھا جاتا تھا،پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو ان کی پسند کے کام کرنے سے کبھی نہیں روکا تھا،تاریخ دانوں کے مطابق اس زمانے کے لحاظ سے اسلام نے عورتوں کو زیادہ حقوق اور اہمیت دی،ایک مورخ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے میں سمجھتی ہوں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک متاثر کن شخصیت تھیں،اسی طرح پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ایسی ہی شخصیات میں شامل ہیں،یہ دانشور خواتین تھیں جو سیاسی طور پر متحرک تھیں اور جنھوں نے اسلام کی ترویج اور اسلامی معاشرے کے قیام میں بہت اہم کردار ادا کیا''پروفیسر فوزیہ بورا کہتی ہیں کہ یہ ان کے لیے بہت خوشی اور دلچسپی کا باعث ہے کہ وہ اپنے طالبِ علموں کو ان خواتین کے بارے میں بتائیں،پروفیسر ہوئے لینڈ کہتے ہیں کہ جب وہ پڑھانے کی غرض سے پاکستان آئے تو اس دوران انھوں نے حضرت خدیجہؓ کی ایک رول ماڈل کی حیثیت سے تعریف ہوتے دیکھی،دو طالبات نے مجھ سے رابطہ کیا کیونکہ وہ حضرت خدیجہؓ کے بارے میں مزید سوالات پوچھنا چاہتی تھیں،انھوں نے مجھ سے کہا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک ایسی خاتون ہیں جو اپنا بزنس خود سنبھالتی تھیں۔''ماہرین کے مطابق آج کل کی مسلمان خواتین حضرت خدیجہؓ سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں،مؤرخ بیٹنی ہیوز کہتی ہیں آج اسلام میں خواتین کی حیثیت کے موضوع پر بہت گرما گرم بحث ہوتی ہے اور کئی لوگ اسے خواتین کے استحصال سے جوڑتے ہیں،بیٹنی ہیوز نے اسکالر میرین فرانسوا سیرہ سے سوال کیا ''اگر آپ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ جیسی عظیم خواتین کے بارے میں سوچیں تو آپ کے خیال میں یہ خواتین آج اکیسویں صدی میں اسلام کی جو صورت ہے،اس کے بارے میں کیا کہتیں؟ میرین فرانسوا سیرہ نے جواب دیا''آج جس طرح اسلام پر ایک مخصوص طریقے سے عمل کیا جارہا ہے،میرا نہیں خیال ہے کہ یہ خواتین اسے اسلام کی روح گردانتیں اور مجھے یقین ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اگر آج ہوتیں اور انھیں کہا جاتا کہ کمرے سے باہر نہ نکلیں اور اپنی رائے کا اظہار نہ کریں تو وہ ایسی صورتحال سے خوش نہ ہوتیں،وہ مردوں کو سکھاتی تھیں اور انھیں تعلیم دیتی تھیں،اگر انھیں کچھ کہنا ہوتا تھا تو وہ کہہ گزرتی تھیں۔''ان کے مطابق آج اگر حضرت خدیجہ کو ایک مخصوص پیرائے میں محدود کردیا جاتا،ان کی آواز کو دبایا جاتا اور ان کے حقوق کی خلاف ورزی کی جاتی تو وہ یہ سب قبول نہیں کرتیں''ان خواتین کی سوانح عمریاں اسلام میں خواتین کے کردار کے بارے میں بہت سے لوگوں کے تصورات کو چیلنج کرتی ہیں،بیٹنی ہیوز کہتی ہیں کہ یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ غیر مسلم دنیا میں بہت ہی کم لوگوں نے ان خواتین کے نام سنے ہیں یا وہ انھیں جانتے ہیں۔(بحوالہ بی بی سی لندن)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

تعلیم کا مقصد انفرادی ترقی کے ساتھ ایک بہتر سماج کی تشکیل بھی ہونی چاہئے: مولانا محمد شبلی القاسمی

مولانا مظہر الحق یونیورسٹی کے پریکٹیکل امتحان کے اختتام پر ڈاکٹر عثمان غنی گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ اور آئی آئی سی ای کے طلبہ وطالبات سے قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کا اہم خطاب

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کے کے آر سی این نمبر ۱۶۰/ڈاکٹر عثمان غنی گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ ہارون نگر پھلواری شریف اور کے آر سی این نمبر۱۲۲/امارت انسٹی ٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ الیکٹرونکس کے بی سے اے سیشن ۲۰۱۷-۲۰۲۰ اور بیچلر آف لائبریری سائنس سیشن ۲۰۱۹-۲۰۲۰ کے طلبہ وطالبات کے فائنل ایئر کا پریکٹیکل امتحان مورخہ ۱۶/۱۲/۲۰۲۰ء روز بدھ کو آئی آئی سی ای میں منعقد کیا گیا۔ جناب خورشید احمد صاحب استاذ آرکیڈ بزنس کالج پٹنہ اور جناب ابراہیم صاحب استاذ کامرس کالج پٹنہ نے طلبہ وطالبات کا پریکٹیکل امتحان لیا۔ امتحان کے بعد طلبہ وطالبات کی ایک الوداعی نشست منعقد کی گئی، جس سے خطاب کرتے ہوئے قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے طلبہ وطالبات کے بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور انہیں زندگی کے ہر میدان میں کامیاب وکامران ہونے کی دعا دی۔ آپ نے طلبہ وطالبات کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے جو تعلیم حاصل کی ہے، اس کا مقصد صرف آپ کی انفرادی ترقی ہی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اس کا مقصد ایک بہتر سماج اور معاشرے کی تشکیل وتعمیر بھی ہونی چاہئے۔ آپ اپنے علم وہنر کے ذریعہ سماج کے کام آئیں، اپنے خاندان اور جس ادارے سے آپ نے تعلیم حاصل کی ہے اس کا نام روشن کیجئے۔ خواہ آگے کی تعلیم کا مرحلہ ہو یا آپ کسی ملازمت سے منسلک ہوں آپ کبھی اس بات کو نہ بھولیں کہ آپ کون ہیں اور کس ادارے سے آپ کا تعلق ہے۔ ہمیشہ اپنے ادارے اور اساتذہ سے رابطہ بنائے رکھئے، استاذ ہمیشہ آپ کی بہتر رہنمائی کے لیے تیار رہتا ہے۔ جو لوگ اپنے اساتذہ سے رابطہ منقطع کر لیتے ہیں ایسے لوگ زندگی میں عموماً کامیاب نہیں ہوتے، کامیاب انسان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے استاذ اور معلم سے برابر رہنمائی حاصل کرتا رہتا ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ امارت شرعیہ نے جو یہ تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے ادارے کھولے ہیں، اس کا مقصد یہی ہے کہ عصری اور پیشہ ورانہ علوم کے میدان میں بھی ایسے افراد پیدا ہوسکیں جو اپنے علم وفن میں مہارت رکھنے کے ساتھ اخلاقی اعتبار سے بھی سماج کے لیے نمونہ ہوں اور اچھے پیشہ ور ہونے کے ساتھ سماج کے لیے اچھے انسان بھی ثابت ہوں، نیز اپنے علم وفن کا استعمال صرف اپنی ذات کے لیے نہ کریں بلکہ سماج، قوم اور وطن کو بھی ان کی صلاحیتوں کا فائدہ ملے۔ آپ نے اپنا کورس مکمل کیا اور اب آپ ادارے سے رخصت ہو رہے ہیں، اس ادارہ نے جس فکر کے ساتھ آپ کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا ہے، آپ سدا اس فکر اور راہ عمل کے ساتھ میدان عمل میں رہیں، ان شاء اللہ ہر جگہ آپ کو عزت اور کامیابی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی بھی حاصل ہوگی، اس کے ساتھ یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ علم کے حاصل کرنے کی عمر اسلام نے تاحیات بتائی ہے، اس لیے ہرگز اس زعم وگمان کے شکار نہ ہوں کہ ہم نے علم مکمل طور پر حاصل کر لیا، زمانہ ہر روز نئی تکنیک کے ساتھ ہمارے سامنے آرہا ہے، ہمیں نئی تکنیک اور نئے ایجادات وطریقۂ کار پر بھی نظر رکھنی ہوگی، اس لیے مطالعہ وطلب وجستجو کا مزاج باقی رہنا ضروری ہے۔ مہمان خصوصی جناب خورشید احمد صاحب نے بھی طلبہ وطالبات کو مفید مشورے دیے اور آگے کی تعلیم کے لیے درست راہ عمل کی نشاندہی کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر بہتر حکمت عملی اور پلاننگ کے ساتھ آپ آگے کی تعلیم حاصل کریں اور کچھ مختصر جاب اورینٹڈ کورس کر لیں تو بہتر معاش حاصل کر سکتے ہیں اور اس پروفیشن میں اچھی ترقی کر سکتے ہیں۔ آئی آئی سی ای کے پرنسپل جناب عرفان احمد صاحب نے مہمانان مکرم کا شکریہ ادا کیا اور طلبہ وطالبات کے لیے بھی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر جناب قائم مقام ناظم صاحب اور دیگر مہمانوں کے ہاتھوں طلبہ وطالبات کو انعام سے بھی نوازا گیا، آخر میں جناب قائم مقام ناظم صاحب کی دعا پر الوداعی تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اس تقریب میں مذکورہ حضرات کے علاوہ جناب کمال وارث صاحب استاذ ایم ایم رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ، جناب سید نثار احمد صاحب ایڈمنسٹریٹر ایم ایم رحمانی پارامیڈیکل انسٹی ٹیوٹ، جناب مولانا محمد عادل فریدی، جناب شمس احمد رضوی صاحب استاذ آئی آئی سی ای، جناب نور الزماں صاحب استاذ آئی آئی سی ای، جناب محمد عبادہ نسیم صاحب اکاؤنٹنٹ آئی آئی سی ای بھی شریک تھے۔

امارت شرعیہ ملت کا اہم اثاثہ اور اس کی خدمات کا دائرہ ہمہ جہت ہے

تنظیم امارت شرعیہ ضلع مدھوبنی کے ذمہ داران کی میٹنگ میں دینی تعلیم عام کرنے کا فیصلہ

امارت شرعیہ ملک کی ایک ایسی منفرد دینی، ملی اور فلاحی تنظیم ہے، جو اتحاد، تعلیم کی اشاعت، انصاف کو عام کرنے اور اصلاح معاشرہ کے ساتھ مخلوق خدا کی خدمت کا کام پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دے رہی ہے، جس کا ماضی روشن، حال تابناک اور مستقبل امید افزا ہے، امارت شرعیہ کی خدمات کا دائرہ شہر سے لے کر دیہات تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کاموں کی روشنی ہر مسلم آبادی تک پہونچانے اور اس کو عملی شکل دینے کے لیے گاؤں گاؤں میں امارت شرعیہ کے نقباء کے علاوہ ضلع، بلاک اور پنچایت کی سطح پر تنظیم امارت شرعیہ کی کمیٹیاں بھی قائم ہیں، آج مورخہ ۱۷/دسمبر ۲۰۲۰ء ضلع مدھوبنی کے ضلع وبلاک کمیٹیوں کے ذمہ داران کی ایک میٹنگ جامع مسجد شکری میں جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ میٹنگ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، میٹنگ میں اپنی افتتاحی گفتگو کرتے ہوئے جناب نائب ناظم صاحب نے کہا کہ اس وقت امارت شرعیہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی امارت قیادت اور ان کی فکرمندی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور حالات اور تقاضے کے مطابق ملت کی تعمیر وترقی کے کام کو آگے بڑھایا جارہا ہے، حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کی ہدایات کو عملی شکل دینے میں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب شب وروز لگے رہتے ہیں۔ اس وقت تنظیم امارت شرعیہ کا استحکام اور مسلمانوں کی ہر آبادی میں دینی تعلیم کے نظام کا قیام امارت شرعیہ کے ترجیحی ایجنڈے میں شامل ہے۔ حال ہی میں امارت شرعیہ کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا ہے کہ دینی بنیادی تعلیم کو عام کرنے کی زمینی سطح پر تحریک چلائی جائے، مجلس عاملہ کی تجویز کی روشنی میں شرکاء میٹنگ نے یہ عزم کیا کہ وہ ایک مہینہ کے اندر تنظیم امارت شرعیہ کے بقیہ کاموں کے مکمل کرنے کے ساتھ دینی مکاتب کے قیام کے لیے آبادیوں کے سروے کا کام بھی پورا کریں گے، پوری مستعدی کے ساتھ اپنے بلاک میں خود کفیل نظام تعلیم کو عملی طور پر زندہ کریں گے اور آبادی میں اس کی تحریک چلائیں گے۔ میٹنگ میں ان بلاکوں کے لیے ذمہ داروں کا انتخاب بھی ہوا، جہاں کے ذمہ دار وفات پا گئے تھے یا جہاں ذمہ دار کے اضافہ کی ضرورت تھی، موجودہ حالات میں ملت کے سامنے جو مسائل ومشکلات آتے ہیں، شرکاء حضرات نے اپنے حلقے میں انہیں اپنے طور پر حل کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔ میٹنگ میں برادران وطن سے خوشگوار تعلقات رکھنے اور انہیں اسلامی اخلاق سے واقف کرانے کی کوشش کو فروغ دینے کی تجویز منظور ہوئی۔ میٹنگ میں ۲۱/بلاک کے ذمہ داران اور ضلع کمیٹی کے ذمہ داران کی بڑی تعداد نے شرکت کی، تمام شرکاء نے حضرت امیر شریعت کے پیغام اور ان کی ہدایات کی روشنی میں اپنے اپنے حلقوں میں کام کرنے کا عزم دہرایا۔ میٹنگ کے نظم وانتظام اور میٹنگ میں نظامت کی ذمہ داری مولانا مفتی مہتاب عالم صاحب سکریٹری بلاک پنڈول نے ادا کی۔ مہمانوں کی ضیافت کا نظم جناب ڈاکٹر شکیل صاحب لائف کیئر ہاسپٹل کی طرف سے ہوا۔

نئی نسل کی تعلیم کے ساتھ اس کی تربیت پر خاص توجہ دیں: مولانا قمر انیس قاسمی

مفکر اسلام حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق علمائے امارت شرعیہ کا آٹھ نفری ایک وفد گیارہ دسمبر روز جمعہ سے ریاست جھارکھنڈ کے دو اضلاع دھنباد اور بوکارو کے آٹھ روزہ دورہ پر ہے، یہ دورہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے معاون ناظم مولانا قمر انیس قاسمی صاحب کی قیادت میں ہو رہا ہے اور اب تک مختلف شہری ودیہی حلقوں اور مواضعات میں بڑی کامیابی کے ساتھ بائیس اجلاس عام بڑی کامیابی کے ساتھ منعقد ہو چکے ہیں جن میں وفد کے اراکین نے وقت اور حالات کے پیش نظر امارت شرعیہ کی اہمیت وضرورت اور اس کی ہمہ جہت خدمات، امیر شرعی کی اطاعت واتباع، تعلیم وتربیت، اصلاح معاشرہ، مکاتب کا نظم اور اس کا استحکام، دار القضاء کی اہمیت وافادیت، اور دیگر عنوانات پر بڑے مؤثر خطابات کئے، ہر آبادی میں وفد کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا اور لوگوں نے بڑی عقیدت کے ساتھ شرکائے وفد سے پیغام امیر شریعت کو سنا نیز آئندہ کے لئے پروگرام کا تقاضہ بھی رکھا، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف پٹنہ کے قائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب بڑی فکرمندی کے ساتھ وفد کی کارگزاری قائد وفد سے لے رہے ہیں اور ضروری امور نیز ترجیحی موضوعات کی طرف توجہ دلا رہے ہیں، وفد میں نائب مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ مفتی محمد احتکام الحق قاسمی، دار القضاء امارت شرعیہ رانچی کے قاضی شریعت مفتی محمد انور قاسمی، دار القضاء امارت شرعیہ دھنباد کے قاضی شریعت مفتی محمد شاہد قاسمی، دفتر امارت شرعیہ دھنباد کے معلم مولانا محمد شمیم قاسمی، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے مبلغین حافظ شہاب الدین ومولانا اسعد اللہ صاحبان شامل ہیں، جب کہ ضلع بوکارو کے غوث نگر، آزاد نگر، ملت نگر اور بارو کے پروگراموں میں دار القضاء امارت شرعیہ رامگڑھ وبوکارو کے قاضی شریعت مولانا کلیم اللہ مظہر قاسمی ومعاون قاضی مولانا سید محمد طاہر ندوی بھی شریک وفد رہے۔ اب تک بالترتیب کانڈرا، بھدری چک، گاؤں بھیتر، پانڈرا، مدن پور اور آسن بنی، ہریہر پور گوموہ، پترنگ لاہرڈیہہ، پتھریا، سنگھیا ٹانڑ، بیڑا نعمت پور، بلیا پور، ضلع بوکارو کے غوث نگر چاس، آزاد نگر، ملت نگر، بارو اور پھسرو میں ظاہری ومعنوی کامیابی کے ساتھ اہم اجلاس منعقد ہوئے جن میں قائد وفد مولانا قمر انیس قاسمی نے اپنے بابصیرت خطابات میں امارت شرعیہ اور اطاعت امیر کی شرعی حیثیت کو بڑے مؤثر اور مرتب انداز پیش کرتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ ایک مذہبی اور شرعی شان کا نام ہے اور کہا کہ اطاعت امیر کو اللہ کے رسول نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے انہوں نے دینی وعصری تعلیم کے حصول پر ترغیب دیتے ہوئے نئی نسل کی دینی تربیت کرنے پر خاص توجہ دینے پر زور دیا مفتی محمد احتکام الحق قاسمی نے اذکار وادعیہ ماثورہ، تسبیحات اور سنن ونوافل کو زندگی کے معمولات میں شامل کرنے کی تلقین کیا مفتی محمد انور قاسمی نے اسلامی قوانین کی عظمت اور افادیت کو مدلل انداز میں اجاگر کیا اور معاشرہ میں رائج غیر اسلامی رسم ورواج سے اجتناب کرنے کی دعوت دی اور بہر حال ملت کو مجتمع رکھنے اور اس کے لئے ایثار کا جذبہ پیدا کرنے نیز ذاتی مفاد کے بجائے ملی مفادات کو ترجیح دینے پر زور دیا مفتی محمد شاہد قاسمی نے مایوسی کی ذہنیت کے بجائے بھرپور حوصلوں کے ساتھ صلاحیتوں کو منوانے کی محنتوں اور کوششوں میں لگنے کی بات کہی انہوں نے نفع بخش بننے پر زور دیا مولانا کلیم اللہ مظہر قاسمی نے دار القضاء کی ضرورت اور اس کے فوائد سے روشناس کرایا مولانا سید محمد طاہر ندوی، مولانا شمیم قاسمی، حافظ شہاب الدین اور مولانا اسعد اللہ نے سبھی پروگراموں کے نظم ونسق اور نظامت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے۔

خیال رہے کہ امارت شرعیہ کے علماء کرام کے دعوتی واصلاحی دوروں کا یہ سلسلہ گذشتہ دو مہینوں سے بہار اور جھارکھنڈ کے مختلف اضلاع میں جاری ہے، اس وقت مولانا مفتی انظار عالم قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا مفتی سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت اور مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں متعدد جماعتیں مختلف اضلاع میں سرگرم عمل ہیں۔

ماہرالقادری کی خاکہ نگاری

محمد نوشاد عالم

ماہرالقادری اردو کے معروف شاعر، ادیب، صحافی اور مصنف گذرے ہیں، اصل نام منظور حسین صدیقی ہے، مگر قلمی نام ماہرالقادری سے شہرت ملی۔ ۱۹۰۷ء میں کسیر کلاں، بلند شہر، اتر پردیش میں پیدا ہوئے اور مئی ۱۹۷۸ء کو جدہ میں ایک مشاعرے کے دوران ان کی وفات ہوئی۔

ماہرالقادری کی ابتدائی اردو فارسی کی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر کبیر مڈل اسکول ڈبائی میں داخل ہوئے، شاعری سے طبعی مناسبت تھی، کم عمری ہی سے شعر کہنے لگے تھے، ۱۹۲۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے، پھر اپنے پیر و مرشد مفتی عبدالقدیر بدایونی کے پاس بدایوں چلے گئے اور چند مہینوں تک وہاں قیام کیا، پھر ملازمت کی تلاش شروع ہوئی، مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی، ۱۹۲۸ء میں مفتی عبدالقدیر بدایونی کے ہمراہ حیدرآباد چلے آئے، حیدرآباد میں ماہرالقادری تقریباً چودہ سال مقیم رہے، یہاں مختلف محکمہ جات میں انہوں نے کام کیا، قیام حیدرآباد کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا جب صحافت کی کشش ان کو بجنور کھینچ لے گئی اور وہ روزنامہ مدینہ بجنور سے وابستہ ہوگئے، مگر اس روزنامے کی عمر چھ ماہ ہی رہی، اس کے بند ہونے کے بعد ماہرالقادری دوبارہ حیدرآباد آگیے، ۱۹۴۲ء میں وہ حیدرآباد کو ہمیشہ کے لیے خیرآباد کہہ کر دہلی چلے گئے، تقسیم ہند کے بعد انہوں نے کراچی پاکستان میں سکونت اختیار کر لی۔

ماہرالقادری کی شہرت و مقبولیت میں ان کی شاعری اور ماہنامہ ''فاران'' کو خاصا دخل رہا ہے، ۱۹۳۶ء کے آس پاس آل انڈیا مشاعروں میں ان کی شرکت کا آغاز ہوا اور پھر ملک کے طول و عرض میں انہوں نے متعدد مشاعروں میں شرکت کی، ۱۹۴۷ء میں ماہرالقادری نے کراچی سے ماہنامہ ''فاران'' جاری کیا، ''فاران'' کی علمی، ادبی حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی۔

ماہرالقادری کو عمر بھر مذہب اور مذہبی علوم سے خاصا لگاؤ رہا، رسمی طور پر وہ کسی مدرسے یا دارالعلوم کے فارغ التحصیل نہیں تھے، مگر مفتی عبدالقدیر بدایونی سے استفادہ اور ذاتی مطالعے کی بدولت اسلامی علوم پر ان کو اچھی دستگاہ حاصل تھی، اپنے اسلامی مزاج و مذاق اور تحریروں کے باعث وہ ہمیشہ اسلامی اسکالر سمجھے جاتے رہے۔

ماہرالقادری کی شعری و نثری تخلیقات و تصنیفات کی تعداد ایک درجن کے قریب ہے، جن میں درِیتیم، کاروانِ حجاز، مے خانے، نقش توحید، نغماتِ ماہر، محسوساتِ ذکرِ جمیل، سنت و بدعت، اندھیرے اجالے، یادرفتگاں وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

''یادرفتگاں'' ماہرالقادری کے خاکوں اور وفیاتی مضامین کا مجموعہ ہے، پہلے یہ تحریریں ماہنامہ ''فاران'' کراچی میں ''یادرفتگاں'' کے عنوان کے تحت اپریل ۱۹۴۹ء سے مئی ۱۹۷۸ء کے درمیانی عرصے میں شائع ہوئی تھیں، بعد میں انہیں کتابی شکل میں شائع کیا گیا، یادرفتگاں دو جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد میں ۴۱۰؍صفحات ہیں اور اس میں ۹۶؍شخصیات کا ذکر ہے، جب کہ دوسری جلد میں ۴۷۷؍صفحات ہیں اور اس میں ۹۳؍شخصیات کا ذکر ہے، ماہرالقادری کے ممدوحین میں ابراہیم جلیس، مولانا احمد سعید دہلوی، امجد حیدرآبادی، مولانا حبیب خاں شیروانی، حسرت موہانی، خواجہ حسن نظامی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، رئیس احمد جعفری ندوی، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، شکیل بدایونی، شورش کاشمیری، شوکت تھانوی، مولانا ظفر علی خان، مولانا عامر عثمانی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، مولانا عبدالماجد دریابادی، نواب میر عثمان علی خان، مولانا عطاء اللہ شادی بخاری، عطیہ فیضی، مجید لاہوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مخدوم محی الدین، مولانا مناظر احسن گیلانی، ن م راشد، نوح ناروی، نیاز فتح پوری اور جگر مرادآبادی سمیت اس عہد کے متعدد علماء، ادباء، شعراء اور اصحاب فضل و کمال شامل ہیں۔

''یادرفتگاں'' کی تمام تحریریں اپنی نوعیت و کیفیت کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں، ان میں سے کچھ طویل ہیں تو کچھ مختصر، کچھ میں شخصیات کا سرسری ذکر ہے تو کچھ میں تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔

''یادرفتگاں'' کی تمام مضامین ممدوحین کی وفات کے بعد لکھے گئے ہیں، مگر ان کی نوعیت عام تعزیتی اور وفیاتی مضامین سے مختلف ہے؛ کیوں کہ ان مضامین میں ماہرالقادری نے اپنی معلومات و مشاہدات کی روشنی میں شخصیات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، یادرفتگاں کے مضامین پڑھ کر ایسا نہیں لگتا کہ انہیں عارضی تاثر کے تحت اظہار غم اور تعزیت کے لیے سپرد قلم کیا گیا ہے، ویسے تو ماہرالقادری کا قلم یادرفتگاں کے بیشتر مضامین میں شخصیت نگاری کے جوہر سے آراستہ نظر آتا ہے؛ مگر خاص طور پر قدرے طویل تحریروں میں شخصیت نگاری پر ان کی دسترس کا بھرپور اظہار ہوا ہے۔

''یادرفتگاں'' خاکہ نگاری کی شعوری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ اس کی تمام نگارشات پر خاکہ نگاری کا اطلاق ہوتا ہے۔ مگر اس کتاب میں شامل مضامین میں خاکہ نگاری کے بیشتر لوازم موجود ہیں، ان مضامین کے مطالعے اور تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ ماہرالقادری خاکہ نگاری کے لیے مطلوب سارے اوصاف سے متصف ہیں، انہیں زبان و بیان پر قدرت و مہارت حاصل ہے، وہ بے تکلف سادہ، رواں، دواں اور شستہ و شگفتہ نثر لکھتے ہیں، وہ قوی حافظہ، ذہین و فطین اور حقائق کے اظہار میں جری و بے باک انسان ہیں، ساتھ ہی شخصیت بینی اور شخصیت نگاری سے ان کو طبعی مناسبت ہے اور اس کے اصول و آداب سے وہ واقف ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب وہ ان اشخاص پر خامہ فرسائی کرتے ہیں، جنہیں انہوں نے قریب سے دیکھا ہے اور جن سے ان کے دیرینہ تعلقات رہے ہیں تو پھر وہ موضوع کے تمام جہات پر روشنی ڈالتے ہیں اور اس کے کسی قابل ذکر پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے، ماہرالقادری کی یہ تحریریں قاری کو ممدوحین کی شکل و صورت، لباس پوشاک، مزاج و مذاق، مصروفیات و مشاغل، ترجیحات و تعصّبات، اعتقادات و نظریات، افکار و اعمال اور محاسن و معائب سے اچھی طرح روشناس کراتی ہیں۔

اس سلسلے میں خواجہ حسن نظامی، ظفر علی خان، آغا شورش، جگر مرادآبادی، عبدالماجد دریابادی، نخشب جارچوی وغیرہ پر لکھے گئے مضامین بطور خاص قابل ذکر ہیں، بلاشبہ یہ نگارشات ماہرالقادری کی خاکہ نگاری کے عمدہ نمونے ہیں۔

ماہرالقادری اپنے خاکوں میں حلیہ نگاری پر زیادہ توجہ نہیں دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے جن خاکوں میں ممدوحین کے حلیے بیان کئے ہیں، ان میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے کام نہیں لیا ہے، چند جملوں میں سرسری طور پر ظاہری خدوخال اور وضع قطع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے موضوع کے دوسرے گوشوں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، ماہرالقادری کے حلیہ نگاری کی کچھ مثالیں بطور نمونہ ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی

''بدایوں ریلوے اسٹیشن پر ان دونوں بزرگوں کا پرجوش استقبال کیا گیا اور شہر میں جلوس نکالا گیا، اس بارات کے دولہا مولانا شیروانی مرحوم ہی تھے، وہ ان کا رنگین عمامہ، جامہ وار کی اچکن، اس پر حجازی عبا، شرعی پاجامہ کے پائنچوں پر بیل ٹکی ہوئی، پھول دار جوتا، سرخ و سفید رنگت، خوبصورت ناک نقشہ اور بچپن کے ساتھ ساتھ وجاہت بھی اور سب سے بڑھ کر خاندانی شرافت اور علمی وقار جو سر سے پیر تک چھایا ہوا تھا دیکھنے والوں کی نگاہیں کہہ رہی تھی کہ جس کا چہرہ اس قدر روشن اور تابناک ہے اس کا دل نہ جانے کیا ہوگا؟''

خواجہ حسن نظامی

''خواجہ صاحب کا چھریرا بدن، اس پر نیچا کرتا، شانوں کو زلفوں کے پیچ چھوتے ہوئے، گہرے رنگ کی سبز مخمل کی قبہ نما ٹوپی جس کی نوک خوب اچھی اٹھی ہوئی، ہونٹوں پر پان کی لالی، ان کی خاندانی نسبت اور پیری مریدی کی شہرت کے ساتھ یہ وضع قطع یقیناً بہت سوں پر ان کے تقدس کا اثر قائم کرتی ہوگی، مگر مجھ پر ان کی اس سج دھج کا کچھ اور اثر ہوا۔''

مولانا مناظر احسن گیلانی

''مولانا مناظر احسن گیلانی قدس سرہ علم و فضل، اخلاق و کردار اور وضع قطع کے اعتبار سے علمائے سلف کا نمونہ تھے، گداز بدن، متوسط قد و قامت، گندمی رنگت، چہرے پر داڑھی کتنی بھلی لگتی تھی، مسکراہٹ کا خاص انداز تھا، باتیں بڑی دلنشیں کرتے تھے اور ان میں جو ایک جذب کی سی کیفیت تھی، اس نے ان کی ذات میں بڑی جاذبیت پیدا کر دی تھی۔''

نذیر دہقانی

''چہرے مہرے سے وہ واقعی دہقانی معلوم ہوتے تھے، سچ مچ اسم با مسمی! دبلا پتلا بدن، ماتھے کی رگیں ابھری ہوئیں، چوڑی دار پاجامہ اور شیروانی نذیر دہقانی کے جسم پر اجنبی سے لگتے تھے جیسے یہ لباس اس دہقانی شاعر نے پہلی بار پہنایا کسی بد ذوق قدردان نے پہنا دیا ہے، مہاراجہ بہادر کے ڈنر میں ہر چیز کو نذیر دہقانی حیرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، کہاں ان کے گاؤں کی چوپال اور بیٹھک اور کہاں مہاراجہ کشن پرشاد صدر اعظم دولت آصفیہ کا دربار۔''

جگر مرادآبادی

''ان کے حلیہ اور وضع قطع کو دیکھ کر ہی پہچان گیا کہ یہ وہی صاحب ہونے چاہئیں، جن کی غزل کا یہ مقطع ہے:

سب کو مارا جگر کے شعروں نے
اور جگر کو شراب نے مارا

وہ ان کے بالوں کی بکھری ہوئی لٹیں، ان پر ٹوپی عجیب انداز سے رکھی ہوئی، شیروانی کے بٹن کھلے ہوئے، ململگی قمیص جس کے دامن پر پان کے ہلکے ہلکے دھبے بھی تھے، تنگ مہری کا پاجامہ، سیاہ پمپ جس کی پالش اور خاص طور سے فیتہ اپنے پہننے والے الھڑپن اور بے نیازی کی زبان حال سے شکایت کر رہا تھا۔''

''جگر صاحب ناک نقشہ اور رنگ کے اعتبار سے خوبصورت کیا قبول صورت بھی نہیں تھے، مگر شعر پڑھنے میں حسین نظر آتے، ہائے! شعریت و نغمگی کا یہ حسین امتزاج اب کہاں دیکھنے میں آئے گا۔''

ان مثالوں کی روشنی میں ماہرالقادری کی حلیہ نگاری کی نوعیت کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خاکوں کے اندر حلیہ نگاری کو کچھ زیادہ قابل اعتنا نہیں سمجھا ہے۔

ماہرالقادری مردم شناس ہیں اور افراد و اشخاص کی زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات کی مدد سے کردار نگاری اور شخصیت کی مختلف جہات کی عکاسی کے ہنر سے بہرور ہیں، انہوں نے اپنی اس ہنرمندی کا ثبوت یادرفتگاں کے صفحات میں جا بجا پیش کیا ہے، مثلاً خواجہ حسن نظامی کے خاکے میں تشہیر اور پروپیگنڈے میں ان کی غیر معمولی مہارت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خواجہ صاحب پروپیگنڈے کے فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ ''ید طولیٰ'' سے بھی ان کے اس وصف کی صحیح تعریف نہیں ہوتی، ہندوستان میں کوئی اس فن میں مشکل سے ہی ان کا مقابلہ کر سکتا تھا، اپنی ذات کو کس عنوان سے نمایاں کیا جاتا ہے، اس منزل میں کوئی ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا، حیدرآباد دکن میں ایک شخص دیوانہ خواجہ حسن کا مرید تھا، شاعر کیا تک بند تھا اور یہ تک بندی بھی بحر و وزن سے بے نیاز ہوتی، خواجہ صاحب کی تعریف میں وہ الفاظ جوڑ لیتا تو ان تک کو خواجہ صاحب اپنے روزنامچے میں چھاپ دیتے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ماہرالقادری کے خاکے اپنی زبان و بیان اور فنی اصولوں کی پاسداری کے لحاظ سے اردو خاکوں کے ذخیرہ میں بھی اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

طب و سائنس

چنے کھایئے، صحت پایئے

چنا بڑی مفید غذا ہے۔اسی لئے بحیرہ روم میں ساڑھے سات ہزار سال قبل اسے بطور اناج بویا گیا۔یہ دنیا کے قدیم ترین اناجوں میں شامل ہے۔

چنا کی دو بنیادی اقسام ہیں: کالا چنا اور سفید چنا۔دونوں وٹامن اور معدنیات سے بھرپور غذا ہیں۔ بھارت، ترکی، آسٹریلیا اور ایران میں چنا کثیر تعداد میں پیدا ہوتا ہے۔چنا ایک دو نہیں کئی طبی فوائد رکھتا ہے۔اس میں فولاد، وٹامن بی 6، میگنیشم، پوٹاشیم اور کیلشیم کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ جبکہ فاسفورس، تانبے اور میگنیز کی بھی خاصی مقدار ملتی ہے۔ چنے کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔

وزن کم کیجیے

چنے میں ریشہ (فائبر) اور پروٹین کثیر مقدار میں ملتے ہیں۔ پھر اس کا گلائسیمک انڈکس بھی کم ہے۔اسی بنا پر چنا وزن کم کرنے کے سلسلے میں بہترین غذا ہے۔ کیونکہ عموماً ایک پلیٹ چنے کھا کر آدمی سیر ہو جاتا ہے اور پھر اُسے بھوک نہیں لگتی۔

دراصل چنے کا ریشہ دیر تک آنتوں میں رہتا ہے۔لہٰذا انسان کو بھوک نہیں لگتی۔ تحقیق سے پتا چلا ہے کہ جو مرد وزن دو ماہ تک چنے کو اپنی بنیادی غذا رکھیں، وہ اپنا آٹھ پونڈ وزن کم کر لیتے ہیں۔یاد رہے، ایک پیالی چنے عموماً پیٹ بھر دیتے ہیں۔

نظام ہضم کا معاون

چنے میں ریشے کی کثیر مقدار اُسے نظام ہضم کے لیے بھی مفید بناتی ہے۔ یہ ریشہ آنتوں کے جراثیم (بیکٹر یا) کو مختلف مفید تیزاب مہیا کر کے انھیں قوی بناتا ہے۔نتیجتاً وہ آنتوں کو کمزور نہیں ہونے دیتے اور انسان قبض و دیگر تکلیف دہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ضد تکسیدی مادوں کی فراہمی

انسانی جسم میں آزاد اصلیے) مضر صحت آکسیجن سالمے (مختلف اعضا کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ضد تکسیدی مادے (Antioxidants) انہی سالمات کا توڑ ہیں جو مختلف صحت بخش غذاؤں میں ملتے ہیں۔ان غذاؤں میں چنا بھی شامل ہے۔ چنوں میں مختلف ضد تکسیدی مادے مثلاً مائریسٹین (Myricetin)، کیمفوریل، کیفک ایسڈ، وینلک ایسڈ اور کلوروجینک ایسڈ وغیرہ ملتے ہیں۔ ان کے باعث چنا مجموعی انسانی صحت کے لیے بہت عمدہ غذا ہے۔

کولیسٹرول میں کمی

جب جسم میں کولیسٹرول بڑھ جاتا ہے، تو امراض قلب اور فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ چنے اپنے مفید غذائی اجزا کی بدولت فطری انداز میں کولیسٹرول کی سطح کم کرتے ہیں۔ایک تجربے میں ماہرین نے ان مرد وزن کو ایک ماہ تک آدھی پیالی چنے کھلائے جن کے بدن میں کولیسٹرول زیادہ تھا۔ایک ماہ بعد ان کے کولیسٹرول میں نمایاں کمی دیکھی گئی۔

دراصل چنے میں فولیٹ اور میگنیشم کی خاصی مقدار ملتی ہے۔ یہ وٹامن و معدن خون کی نالیوں کو طاقتور بناتے اور انھیں نقصان پہنچانے والے تیزاب ختم کرتے ہیں۔ نیز حملہ قلب (ہارٹ اٹیک) اِمکان بھی کم ہو جاتا ہے۔

گوشت کا بہترین نعم البدل

چنے میں خاطر خواہ پروٹین ملتا ہے۔اگر اسے کسی اناج مثلاً ثابت گندم کی روٹی کے ساتھ کھایا جائے، تو انسان کو گوشت یا ڈیری مصنوعات جتنی پروٹین حاصل ہوتی ہے اور بڑا فائدہ یہ ملتا ہے کہ نباتی پروٹین زیادہ حرارے یا سچوریٹیڈ فیٹس نہیں رکھتی۔

ذیابیطس کی روک تھام

چنے اور دیگر دالیں کھانے والے ذیابیطس کا شکار نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ غذائیں زیادہ ریشہ اور کم گلائسیمک انڈکس رکھتی ہیں۔ اسی باعث ان میں موجود کاربوہائیڈریٹ آہستہ آہستہ ہضم ہوتے ہیں۔ اسی عمل کے باعث ہمارے خون میں شکر یک دم اوپر نیچے نہیں ہوتی اور متوازن رہتی ہے۔

یاد رہے، انسان جب کم ریشے والی کاربوہائیڈریٹ سے بھرپور غذا کھائے، تو اُس کے خون میں شکر بہت تیزی سے اوپر نیچے ہوتی ہے۔ جب یہ عمل معمول بن جائے، تو انسولین نظام گڑبڑا جاتا ہے۔یوں ذیابیطس قسم 2 جنم لیتا ہے۔

توانائی میں اضافہ

چنے میں شامل فولاد، مینگنیز اور دیگر معدن و حیاتین انسانی قوت بڑھاتے ہیں۔ اسی لیے چنا حاملہ خواتین اور بڑھتے ہوئے بچوں کے لیے بڑی مفید غذا ہے۔ یہ انھیں بیشتر مطلوبہ غذائیت فراہم کرتا ہے۔

مزید برآں چنا سا پونینز (Saponins) نامی فائٹو کیمیکل رکھتا ہے۔ یہ کیمیائی مادے ضد تکسید کا کام دیتے ہوئے خواتین کو سینے کے سرطان سے بچاتے۔ نیز ہڈیوں کی بوسیدگی کے مرض سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

چنوں کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اُسے کئی ماہ تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور ان کی غذائیت کم نہیں ہوتی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ انھیں بھگونے کے بعد استعمال کیا جائے، تو بہتر ہے۔ یوں وہ جلد ہضم ہو جاتے ہیں۔ چنوں کو چار تا چھ گھنٹے بھگونا کافی ہے۔ بھگونے کے بعد چنے جتنی جلد استعمال کیے جائیں، بہتر ہے۔ چنے بھگوتے ہوئے اُن میں تھوڑا سا نمک اور میٹھا سوڈا ڈال لیا جائے، تو وہ جلد گل جاتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

۱۴/ممالک کے ۳۶/شہری تمام الزامات سے بری

دہلی کی ایک عدالت نے ملک میں کووڈ ۱۹ وبا کے بعد جاری کردہ سرکاری ہدایات پر عمل نہیں کرتے ہوئے تبلیغی جماعت کے پروگرام میں مبینہ طور پر حصہ لینے کے الزامات کا سامنا کرنے والے ۳۶/غیر ملکیوں کو تمام الزامات سے بری کر دیا ہے۔۲۴/اگست کو عدالت نے غیر ملکیوں کو دفعہ ۱۸۸/ (سرکاری ملازمین کے نافذ کردہ حکم کی عدم تعمیل، ۲۶۹ انفیکشن پھیلانے کے لئے غفلت برتنا) اور تعزیرات ہند کی وبائی قانون (ضابطوں کی پیروی نہیں کرنا) کی سیکشن ۳ کے تحت الزامات طے کئے تھے، ان کے خلاف مندرجہ بالا تین الزامات عائد کیے گئے تھے۔ان لوگوں کے خلاف ڈیزاسٹر منیجمنٹ ایکٹ ۲۰۰۵ کے سیکشن ۵۱/ کے تحت بھی الزامات عائد کیے گیے تھے، غیر ملکی قانون کی دفعہ ۱۴/اے بی (ویزا قوانین کی خلاف ورزی) دفعہ ۲۷۰ (انفیکشن پھیلانے کے لئے غفلت برتنے کا مرتکب) اور ۲۷۱ (علاحدگی کے قواعد پر عمل نہ کرنے) کے تحت انہیں الزامات سے بری کر دیا گیا۔عدالت نے ٹھوس ثبوت نہیں ملنے پر چھ ممالک کے آٹھ غیر ملکی شہریوں کو بھی بری کر دیا تھا، اس کے خلاف بھی چارج شیٹ دائر کی گئیں تھیں۔

بہار کے ۹۴/ہزار پرائمری ٹیچر کی تقرری کا راستہ صاف

پٹنہ ہائی کورٹ نے سال ۲۰۱۹ء کے لئے بہار حکومت کی بھرتی کے عمل پر پابندی کے حوالے سے ایک بڑا فیصلہ دیا ہے۔ پٹنہ ہائی کورٹ نے ایک اہم حکم میں کہا ہے کہ صرف ۲۳/نومبر ۲۰۱۹ء سے قبل سی ٹی ای ٹی امتحان پاس کرنے والے امیدوار بہار کے پرائمری اسکولوں میں اساتذہ کی بحالی کے عمل میں شامل ہوں گے۔جسٹس انیل کمار اپادھیائے کی سنگل بینچ نے نیرج کمار اور دیگر کی جانب سے دائر رٹ پٹیشن پر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے یہ حکم دیا ہے، سنگل بینچ نے اس معاملے میں سماعت مکمل کرنے کے بعد ہی اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا تھا، عدالت نے اپنے فیصلے میں حکومت سے کہا ہے کہ اساتذہ کی تقرری کا عمل تیز رفتاری سے مکمل کیا جائے، عرضی گزار کے وکیل وینو کمار نے بحث کے دوران کورٹ کو بتایا تھا کہ ریاستی سرکار نے ۱۵/جون ۲۰۲۰ء کو ایک آرڈر پاس کر کے کہا ہے کہ دسمبر ۲۰۱۹ء میں سی ٹی ای ٹی پاس امیدوار اس امتحان میں حصہ نہیں لے سکتے ہیں، سرکار کا کہنا تھا کہ اس امتحان کے توسط سے پوری ریاست میں تقریباً ۹۴/ہزار اساتذہ کی بحالی کا عمل چل رہا ہے، بتا دیں کہ این سی ٹی ای سے منظور شدہ اداروں کے ۱۸/مہینہ کا ڈی ایل ایڈ کورس پاس ٹیچروں کو بھی اس بحالی پروگرام میں عرضی دینے کا حق پٹنہ ہائی کورٹ نے دیا تھا۔

بہار بورڈ کے 12 ویں کے امتحانات کا ترمیم شدہ شیڈول جاری

بہار اسکول امتحان بورڈ نے 2021 بورڈ امتحانات کے لیے نظر ثانی شدہ سائنس، آرٹس، کامرس اور ووکیشنل کورسز کے لیے امتحان کا شیڈول جاری کر دیا ہے، بہار بورڈ کلاس بارہویں انٹر امتحان 13 فروری سے دو نشستوں پر ہوگا، پہلی نشست صبح 9;30 بجے سے 12;45 اور دوسری سہ پہر 1:45 سے 5 بجے تک ہوگی، بہار بورڈ انٹر امتحان ڈیٹ شیٹ 2021 پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ امیدواروں کو سوال پیپر پڑھنے کے لیے 15 منٹ کا آف وقت دیا جائے گا، بی ایس ای بی نے ثانوی بہار بورڈ 2021 کے امتحانات کے لیے 12 ویں کلاس کے ڈمی داخلہ کارڈ پہلے ہی جاری کر دیئے ہیں، وہ امیدوار جو انٹرمیڈیٹ کے امتحان یا بارہویں جماعت کے امتحان دینے جا رہے ہیں، وہ ڈمی داخلہ کارڈ سرکاری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔

نومبر میں تھوک افراط زر کی شرح میں اضافہ

بازار میں آمد سخت رہنے اور مانگ بڑھنے سے نومبر 2020 میں تھوک افراط زر کی شرح 1.55 فیصد درج کی گئی ہے جبکہ اس سے پچھلے سال کے اسی مہینے میں 0.58 فیصد تھی۔ پیر کو یہاں مرکزی وزارت تجارت وصنعت کی جانب سے جاری اعداد و شمار کے مطابق اکتوبر 2020 میں تھوک افراط زر کی شرح 1.48 فیصد تھی۔ رواں مالی سال میں کورونا وبا سے خوردہ مارکیٹ میں مانگ کم رہی اور اپریل سے نومبر 2020 کے دوران تھوک افراط زر کی شرح 0.28 فیصد پر منفی رہی تاہم، پچھلے مالی سال کے اسی عرصے میں یہ شرح 1.40 فیصد تھی۔اعداد و شمار کے مطابق نومبر 2020 میں اشیائے خوردونوش کی تھوک افراط زر کی شرح بڑھ کر 4.27 فیصد ہوگئی ہے۔اکتوبر 2020 میں یہ 5.78 فیصد تھی۔ رواں ماہ کے دوران اشیائے ضروریہ کی تھوک شرح 2.72 فیصد اور تیار شدہ مصنوعات کی شرح 2.97 فیصد تھی۔ اس مہینے ایندھن اور بجلی کی شرح منفی 9.87 فیصد رہی ہے۔

پٹنہ میونسپل کارپوریشن نے صفائی سرٹیفکیٹ تقسیم کیا

پٹنہ میونسپل کارپوریشن جو ملک کی صفائی ستھرائی کی درجہ بندی میں سب سے نیچے ہے، وہ ہوٹلوں، اسپتالوں، اسکولوں، کاروباری احاطوں اور سرکاری دفاتر کو صفائی کا سرٹیفکیٹ دے رہا ہے۔ صفائی سروے 2020 میں پٹنہ میونسپل کارپوریشن خود ہی پیچھے رہ گیا تھا، اس کا اپنا شاپنگ کمپلیکس درجہ بندی میں باہر تھا۔میونسپل کارپوریشن نے دو ماہ سے صفائی کا سروے کیا ہے۔صاف محلّہ، صاف اسکول، صاف اسپتال، صاف گورنمنٹ بلڈنگ، صاف مارکیٹ اور صاف ہوٹل شامل تھے۔ ہر سیکٹر کے 30–30 خصوصی مقامات اور دفاتر کو درجہ بندی میں شامل کیا گیا تھا۔ اس میں پہلے دوسرے اور تیسرے نمبر پر آنے والوں کو سرٹیفکیٹ دیئے گئے۔

۳۱/جنوری تک آئی اے ایس افسران اپنی جائداد کی تفصیل عام کریں

حکومت انتظامیہ میں شفافیت لانے اور بدعنوانی سے پاک ماحول میں کام کرنے کیلئے افسران سے لے کر وزراء اور یہاں تک کہ وزیر اعلی کے ذریعہ بھی اپنی املاک کا اعلان عام کرنے کی روایت رہی ہے، اسی کڑی میں حکومت بہار نے اپنے سبھی آئی اے ایس افسران کو مکمل طور پر منقولہ املاک کی تفصیل مہیا کرانے کی اپیل کی ہے، جنرل ایڈمنسٹریشن محکمہ کی جانب سے جاری ہدایت کے مطابق بہار کیڈر کے آئی ایس افسر کو 2020 کی املاک کی تفصیل یکم جنوری سے 31 جنوری 2021 کے درمیان مقررہ فارم مہیا کرانے کی ہدایت دی ہے۔

Volume:60/70,Issue:50 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اک شجر محبت کا ایسا لگایا جائے
جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایا جائے
(ظفر زیدی)

ہمارا جمہوری ملک کدھر جارہا ہے

حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ: آر ایس ایس کو سیاست میں غیر معمولی دلچسپی ہے۔ ہندوستان آئینی اعتبار سے کیسا ملک ہو؟ اس کے دستوری ڈھانچہ کی شکل کیا ہو؟ ملک کی سیاسی واقتصادی پالیسی کس نوعیت کی ہو؟ وغیرہ، سیاست کے تمام شعبوں کے بارے میں اس تنظیم کے اپنے مخصوص نظریات طے شدہ منصوبے اور متعینہ اصول ہیں، جن کا اظہار اس کے سرسنگھ چالک اور دیگر اہم لوگ موقع بہ موقع کرتے رہتے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر وہ سیاسی نہیں تو پھر سیاسی کسے کہا جائے گا؟

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ تنظیم روزِ اوّل سے پورے طور پر فاشسٹ سیاسی نظریات سے متاثر جمہوریت کی بجائے آمریت کی حامی رہی ہے اور مضبوط تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ اس کے رہنماؤں نے ہٹلر اور مسولینی کے قومی وسیاسی نظریات سے براہِ راست استفادہ کیا ہے اور ان سے بے حد متاثر ہیں، اس کے بڑے بڑے لیڈروں نے اٹلی وجرمنی جا کر فاشزم کی تعلیم وتربیت حاصل کی ہے؛ چناں چہ ہندوسماج کو فوجی تربیت دینے کی ضرورت واہمیت کو انھوں نے اٹلی وجرمنی کے ماڈلوں کو دیکھنے کے بعد ہی محسوس کیا، آج ملک میں اس کی شاکھاؤں کا جو جال پھیلا ہوا ہے، وہ درحقیقت اسی فاشسٹ ذہنیت کی آبیاری کرتے ہیں اور انھیں شاکھاؤں کے ذریعہ ہندوفاشزم کے زہریلے جراثیم نئی نسل کے اندر سرایت کیے جاتے ہیں۔

نہرو میموریل میوزیم لائبریری دلّی میں ایسے متعدد ریکارڈ محفوظ ہیں، جن میں ہٹلر اور مسولینی سے ان کے تعلقات کے ثبوت ملتے ہیں، اس ریکارڈ کے مطابق سنگھ کے بانی ہیڈگیوار کے قریبی ساتھی، دوست اور مشہور ہندووادی بی۔ ایس منجے ہندوستان کے اولین لیڈر ہیں، جن کا اٹلی وجرمنی کے ان فاشسٹ حکمرانوں سے رابطہ ہوا، فروری، مارچ ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس سے واپسی پر منجے نے اٹلی کا سفر کیا اور وہاں کے اہم فوجی اسکولوں اور تعلیمی اداروں کا بغور جائزہ لیا اور اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی سے بھی ملاقات کی، نیز اٹلی میں فاشزم کی تعلیم وتربیت کے لیے جو تنظیمیں اس وقت سرگرم عمل تھیں، انھیں بھی قریب سے دیکھا؛ چنانچہ منجے اپنی ڈائری میں ان تنظیموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”ان میں تنظیم کا ڈھانچہ اور اس کا نظریہ مجھے پسند آیا اور میں اس سے بیحد متاثر ہوا۔“ (اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اٹلی کی فوجی تنظیم نو کے لیے مسولینی نے خود اس تنظیم کو تشکیل دیا تھا) آگے منجے لکھتے ہیں: ”فاشزم کا نظریہ کس طرح لوگوں کو اتحاد کے بندھن میں باندھ سکتا ہے؟ اس کا پتہ اس تنظیم کے دیکھنے سے اچھی طرح لگ جاتا ہے، ہندوستان، خاص کر ہندو بھارت کو بھی ایسی تنظیموں کی ضرورت ہے، ڈاکٹر ہیڈگیوار کی قیادت میں ہماری تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ بھی اسی طرز پر بنی ہے، ڈاکٹر ہیڈگیوار کی اس تنظیم کی ترقی اور پورے مہاراشٹر اور اس سے باہر اس کی توسیع کے لیے میں تاحیات سرگرم عمل رہوں گا۔“

یہ بات اہلِ نظر سے مخفی نہیں ہے کہ آر۔ ایس۔ ایس اور مسولینی کی بلللہ تنظیم کے طریقِ کار میں کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بلکہ تنظیم میں ۱۶/ سے ۱۸/ سال کے لڑکے لڑکیاں شامل کی جاتی ہیں، ان کی ہفتہ وار میٹنگیں ہوتی ہیں، جہاں وہ لوگ جسمانی ورزشیں اور نیم فوجی مشقیں کرتے ہیں، آر ایس ایس کی شاکھاؤں میں بھی یہی سب کچھ ہوتا ہے۔

منجے اپنی ڈائری میں یہ بھی انکشاف کرتے ہیں کہ: ۱۹/ مارچ ۱۹۳۰ء کو سہ پہر ۳/ بجے میں مسولینی سے ملنے گیا، دروازہ تک آکر انھوں نے میرا پُرتپاک استقبال کیا، دورانِ گفتگو انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں نے ان کی یونین سٹی دیکھی، میں نے بتایا کہ میں ان کی قائم کردہ تنظیم سے کافی متاثر ہوا ہوں، اور میں مانتا ہوں کہ اٹلی کو ایسی تنظیموں کی ضرورت ہے اور ہمارے ملک ہندوستان کو بھی، میں نے انھیں مقاصد کے تحت اپنے ملک میں بھی ایسی تنظیمیں قائم کی ہیں۔

ہندوستان واپس آکر منجے نے اپنے دوست ہیڈگیوار کو کافی متاثر کیا جس کے نتیجے میں آر ایس ایس نے اپنے پلیٹ فارم سے منجے کو فاشسٹ نظریات کی اشاعت وتبلیغ کی کھلی چھوٹ دیدی؛ چناں چہ اسی سلسلہ میں ۳۱/ جنوری ۱۹۳۴ء کو ”فاشزم اور مسولینی“ کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد کی گئی، جس کی صدارت خود ہیڈگیوار نے کی تھی اور منجے نے اس میں افتتاحی تقریر کی تھی، اس کانفرنس کے چند ماہ بعد ۳۱/ مارچ ۱۹۳۴ء کو منجے، ہیڈگیوار اور لالو گوکھلے کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی، جس میں گوکھلے نے یہ سوال اٹھایا کہ ہندوؤں کو کس تدبیر سے منظّم کیا جاسکتا ہے؟ اس کے جواب میں منجے نے کہا کہ: ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اس اتحاد کی بنیادیں پائی جاتی ہیں؛ لیکن انھیں بروئے کار لانے کے لیے ضروری ہے کہ قدیم زمانے کے ”شیواجی“ یا جدید دور کے مسولینی یا ہٹلر جیسے کسی ہندو ڈکٹیٹر کے ہاتھوں میں ہندوستان کی باگ ڈور ہو، ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دے کر اس کی تشہیر وتبلیغ کے لیے سرگرمِ عمل ہوجانا چاہیے، اسی منصوبہ کے مطابق منجے اور ان کے ساتھیوں کی کوششوں سے ۱۹۳۴ء میں مسولینی کے فکری وعملی طرز پر بھونسلا ملٹری اسکول قائم کیا گیا اور دی سینٹرل ہندو ملٹری ایجوکیشن سوسائٹی کی تشکیل کے لیے فضا ہموار کرنے کا کام شروع کردیا گیا۔

آر ایس ایس کے بانی ہیڈگیوار ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۱ء تک جس ہندومہاسبھا کے سکریٹری رہے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۲ء تک ”ساورکر“ اس کے صدر رہے، جو اٹلی کے مسولینی کے مقابلہ میں جرمنی کے ہٹلر سے زیادہ متاثر تھے، انھیں کے زمانہ میں مہاسبھا کی مسلم مخالفت کھل کر سامنے آئی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ ان فاشسٹ تنظیموں کے نظریہ کے مطابق مادرِ وطن کے مبینہ دشمن کون ہیں؟

۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مالیگاؤں میں تقریر کرتے ہوئے ساورکر نے ہٹلر کی یہود دشمن پالیسی کو درست قرار دیتے ہوئے کہا ”ملک کی تعمیر اس کے اکثریتی فرقہ کو لے کر ہوتی ہے نہ کہ اقلیتی فرقہ کو لے کر؛ اس لیے جرمنی میں یہودیوں کا کیا کام؟ اچھا ہوا کہ اقلیت ہونے کی بنا پر انھیں ملک بدر کردیا گیا۔“ اس کے تقریبا دو ماہ بعد ۱۱/ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ایک موقع پر انھوں نے کہا: ”جرمنی میں جرمن لوگوں کی تحریک قومی تحریک ہے؛ جب کہ یہودیوں کی تحریک فرقہ پرستی پر مبنی ہے۔“

ان بیانات کی روشنی میں ہندوستانی اقلیتوں کے سلسلہ میں ان کے نظریہ کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، ہندوقوم پرستوں کے فاشسٹ نظریہ کی وضاحت نہرو میموریل میں محفوظ منجے کے اس خط سے بھی ہوتی ہے، جو انھوں نے ”کھاپڑے“ کو لکھا تھا، اس میں منجے بڑی صراحت سے لکھتے ہیں: ”مسلمان شرارت پسند ہوگئے ہیں، کانگریس ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے آگے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہے؛ اس لیے ہمیں گاندھی اور مسلمان دونوں سے لڑنا ہوگا، اس کے لیے آر ایس ایس کا استعمال آسان اور مفید ہوسکتا ہے، چرخے کا مقابلہ آخرکار رائفل سے کرنا ہوگا۔“

یہ تاریخی شواہد صاف بتارہے ہیں کہ آر ایس ایس اور ہندومہاسبھا جیسی تنظیمیں خالص سیاسی پارٹیاں ہیں اور یہ تنظیمیں ہٹلر اور مسولینی جیسے ڈکٹیٹروں کو جنھیں پوری دنیا نے مسترد کردیا ہے اپنا آئیڈیل مانتی ہیں اور تشدد وجارحیت کے ذریعہ ہندوستانی اقلیتوں کو پامال اور مادرِ وطن سے انھیں باہر نکال پھینکنا ان کا بنیادی مقصد ہے، اس سلسلے میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ کل کی جن سنگھ اور آج کی بھارتیہ جنتا پارٹی بھی دراصل آر ایس ایس ہی کا ایک سیاسی حصہ ہے، ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ بی جے پی کے بانی ڈاکٹر شیاما پرشاد مکھرجی نے جب نہرو کابینہ سے مستعفی ہوکر ایک قوم پرست پارٹی بنانے کا فیصلہ کیا تو انھوں نے اس وقت کے آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک گوروجی ہی سے کارکن مانگے تھے؛ چناں چہ انہیں سویم سیوکوں کو لے کر مکھرجی نے باضابطہ طور پر بھارتیہ جن سنگھ کی تشکیل کی، جس کے وہ خود صدر بنے اور پنڈت دین دیال اپادھیائے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے، بعد میں کشمیر آندولن کے دوران گرفتار ڈاکٹر مکھرجی کی جیل میں موت واقع ہوگئی تو ایسا لگتا تھا کہ یہ نوزائدہ پارٹی دم توڑ دے گی، تو اس وقت آر ایس ایس کے سویم سیوکوں ہی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اس پارٹی کو زندہ رکھنے اور اسے بڑھانے کی بھرپور کوشش کریں۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کی ابتدائی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اس کا جنم آر ایس ایس ہی کے توسط سے ہوا ہے، علاوہ ازیں خود آر ایس ایس بھی اسے اپنی ہی پارٹی مانتی ہے؛ چناں چہ آر ایس ایس کے اشاعتی ادارہ سروچی پرکاشن سے ماضی قریب میں شائع کتاب ”آر ایس ایس ایک تعارف“ میں جن ۳۰/ تنظیموں کو یکساں نظریاتی تنظیم بتایا گیا ہے، ان میں ایک نام بھارتیہ جنتا پارٹی کا بھی ہے۔

اب اس عہد نو میں ”ہندی اور ہندوستانی“ کے بجائے ملک کا ہر فرد ”ہندو“ ہے کا فلسفہ اور ”جے ہند“ کی جگہ ”جئے شری رام“ اور ”بھارت ماتا کی جئے“ جیسے الفاظ کہنے کی نئی روایت ایجاد کرنے پر زور اور ملک کی اقلیتوں کو ایک خاص تہذیب میں ضم کردینے کی کوشش وغیرہ فسطائی حرکتیں صاف بتا رہی ہیں کہ ہمارا جمہوری وسیکولر ملک کدھر جارہا ہے؟ نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤگے، اے ہندوستاں والو!

(بحوالہ ماہنامہ ندائے قاسم)